UMAR MEDIA
مجلہ تحریک طالبان پاکستان
09
رمضان المبارک ۱۴۴۳ ھ ق بمطابق اپریل ۲۰۲۲ء
عدم اعتماد
پاکستان کی موجودہ سیاسی صورتحال، ذمہ دار کون؟
نفاذ نظام اسلام مگر کیسے؟
نائب امیر ووزیر دفاع تحریک طالبان پاکستان
مفتی مزاحم حفظہ اللہ کا خصوصی انٹرویو
@umarmedia

من كلام رب المجاهدين

يا أيها الذين أمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون

قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت ، سورۃ البقرہ میں جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ۔ ان میں سے ایک اہم حکم رمضان المبارک کے روزوں کا ہے کہ ایک مخصوص مہینے میں مسلمان مخصوص طریقہ اختیار کرکے اپنے اوپر کچھ پابندیاں لگائیں گے ۔ جسے عربی زبان میں صوم کہا جاتا ہے صوم کا لغوی معانی ہیں رکنا اور بچنا اور اصطلاح شرع میں یہ کھانے پینے اور عورت سے مباشرت کرنے سے رُکنے اور باز رہنے کا نام ہے روزہ شعائر اللہ میں سے ہے اور اسلام کی پانچ بنیادوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے ۔

اس آیت میں "على الذين من قبلكم" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزہ ہم سے پہلے کی اُمتوں پر بھی لازم تھا البتہ حالات وصفات الگ تھے ۔ "تتقون" سے معلوم ہوتا ہے کہ تقویٰ حاصل ہونے میں روزے کو بڑا دخل ہے ۔ ماخوذ از معارف القرآن

اس لفظ تتقون کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

كي تخذرو المصاصي، فإن الصوم يعقم الشهوة التي هي أُمها أو يكسرها.

تاکہ تم گناہوں کو چھوڑدو، کیونکہ روزہ انسان کی شہوت کو ختم کردیتا ہے یا توڑدیتا ہے جوکہ تمام گناہوں کی جڑ ہے ۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں :

وإنما الصوم ترياق يستعمل لدفع السموم النفسانية مع ما فيه من بكاية بمطية اللطيفة الإنسانية ومنصتها فلا بد من أن يتقدر بقدر الضرورة.

بے شک روزہ رکھنا ایک مشکل اور نفس مخالف عمل ہے ۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس میں دیگر حکمتوں کے ساتھ ساتھ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ یہ صاحب وسعت لوگوں کو پیغام دیتا ہے کہ وہ لاچاروں کی بھوک و پیاس کا ادراک کریں اوران میں انفاق کا جذبہ جاگے ۔ اسی طرح اس میں مجاہدین کیلیۓ بھی تربیت ہے کہ راہِ جہاد میں آنے والے مصائب میں سے ایک بھوک و پیاس بھی ہے. جس کیلیۓ بندہ ذہنی طور پر تیار رہ سکے اور روزہ رکھ کر ہی اس کا عملی مشاہدہ ممکن ہے

رمضان البدر

ابن الاسیر رشید احمد

"تحریک طالبان پاکستان کی رہبری شوریٰ موسم بہار کے آغاز پر یکم رمضان المبارک 1443ھ ق سے البدر کے نام سے آپریشن کا اعلان کرتی ہے ۔ البدر کے مبارک نام پر یہ آپریشن استشہادی کارروائیوں، گھات حملوں، مائن کارروائیوں، تعارضی حملوں، ٹارگٹڈ حملوں، لیزری اوراسنائپر عملیات پر مشتمل ہوگا۔ ان شاء اللہ ۔ ان تمام حملوں کے اہداف سیکیورٹی ادارے اوران کے معاونین ہوں گے"۔

مذکورہ الفاظ ترجمان تحریک طالبان پاکستان محمد خراسانی حفظہ اللہ کے اس اعلامیہ کے ہیں، جس کا انتظار تحریک کے تمام مجاہدین کررہے تھے ۔ اس سے بڑھ کر خوشی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہم اپنے آقا، محبوب خدا، محبوبِ زمانہ، صاحب السیف والدعوۃ نبی الملاحم صلی اللہ وسلم کے نقش قدم پر چل کر جہاد کی راہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ رمضان المبارک میں ہماری عسکری قیادت نے اپنی جنگ کو اسی نام سے پکارا، جس نام سے یہ اسی مہینے میں چودہ صدیاں قبل پکارا گیا۔

یادرہے رمضان المبارک میں البدر عملیات کا اعلان اس وجہ سے بھی نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے کہ تاریخ اسلامی میں کئی معرکۃ الاراء جنگیں اسی مبارک مہینے میں پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں، اور فتح وعزت مسلمانوں کا مقدر بن چکا ہے مثلاً

غزوہ بدر 2ھ، فتح مکہ 8 ھ، فتح البیوب 13 ھ، معرکۃ القادسیہ 15ھ، فتح الاندلس 92 ھ، فتح عموریة 223 ھ معرکۃ الزلاقة 479 ھ، معرکۃ المنصورۃ 647 ھ فتح انطاکیة 666 ھ، معرکۃ عین جالوت 58 ھ، معرکۃ شقحب 702 ھ

ولقد نصركم اللّٰه ببدر وأنتم أذلة.

آپریشن البدر کا اعلان سن کر دشمن پر کپکپی طاری ہے ۔ انہوں نے حسبِ عادت مجاہدین کا میدان میں سامنا کرنے کے بجائے، دہشت گردی کے نام پر عام شہریوں کو تنگ کرنا، انہیں لاپتہ کرنا اور تشدد کا نشانہ بنانا شروع کردیا ہے ۔ جنوبی وزیرستان میں فوج نے عوام کے ملکیتی جنگلات کو اس خوف سے جلانا شروع کردیا ہے، کہ اگر یہاں سے کبھی مجاہدین گزرے تو ہمیں پتہ نہیں چل سکے گا ۔ فیصلہ آپ کیجئے کہ دو فریقین جو نظریئے کی جنگ لڑرہے ہیں، ان کے درمیان ہونے والی جنگ میں ایک فریق کا ظالمانہ طورپر عوامی تملیک کو نقصان پہنچانا، کیا خوف کی انتہاء کو ظاہر نہیں کرتا؟ جبکہ دوسری جانب مجاہدین بحمداللہ ہشاش بشاش اور پورے جذبے کے ساتھ میدانِ جنگ میں سرگرم عمل ہیں ۔ شاعر کہتا ہے :

تجھ سے میں جنگ کا اعلان بھی کرہی دوں گا
میرے دشمن تو مرے قد کے برابر تو آ

ہم دعاگو ہیں کہ اللہ رب العزت اس تگ ودو کو دشمن کی سرکوبی کیلیئے مؤثر و کارآمد بنائے اوراللہ کرے کہ اس کے ذریعے مسلمانانِ پاکستان کے 75 سال سے ملک میں نفاذِ اسلام کی امید میں مرجھائے جذبے تروتازہ ہوجائیں اور یہ فتح کی پہلی سیڑھی ثابت ہو۔ تحریک طالبان پاکستان قربانیوں، کوششوں، شہادتوں، اسارتوں، ہجرتوں اور جرات مندانہ فیصلوں کا نام ہے، رب العزت انہیں کبھی دشمن کے سامنے سرنگوں نہیں کرے گا ۔ ان شاء اللہ العزیز۔

لمحہ فکریہ

اسلام آباد کی ۷۵ سالہ جمہوری اور کابل پر براجمان طالبان کی بیس سالہ جہادی سیاست میں کونسی سیاست کامیاب رہی؟ کسی بھی باشعور انسان کیلئے یہ بات مدنظر رکھنا ازحد ضروری ہے کہ وہ اپنی منزل اور مقصد کو پانے کیلئے اخلاص اور قربانی کے ساتھ ساتھ منزل کے درست سمت کو بھی تلاش کرے۔ ورنہ درست سمت کے بغیر فقط اخلاص اور قربانی کی ساتھ سفر آدمی کو منزل کے قریب کرنے کی بجائے منزل سے مزید دور کرتا جاتا ہے۔ مثلاً کسی کی منزل مشرق کی جانب ہے اور وہ اخلاص اور قربانی کا جذبہ لے کر مغرب کی جانب لخت سفر باندھے، تو انجام کار کیا ہوگا؟

ترسم نہ رسی بہ کعبہ ای اعرابی
این رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

اے بدو! مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ تک نہیں پہنچ سکے گا، اس لئے کہ تو جس راستے پر چل رہا ہے یہ ترکستان جاتا ہے۔
دین کی پوری عمارت ہی اس بات پر قائم ہے کہ جس طرح منزل کا تعین ضروری ہے اسی طرح منزل کے حصول کا راستہ معلوم کرنا بھی ضروری امر ہے۔
اب سمجھنا چاہیئے کہ اسلامی نظام کا قیام، وقت کا اہم ترین فریضہ ہے اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے راستہ شریعت مطہرہ نے دعوت و جہاد پر مبنی سیاست ہی متعین فرمایا ہے، نہ کہ جمہوری سیاست۔
پس قیام پاکستان کے مقصد یعنی پاکستان کا مطلب کیا؟ لاالہ الااللہ کے لئے کس قدر عظیم قربانیاں دی گئیں؟ ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد مسلمانوں نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ایک کروڑ کے لگ بھگ مسلمانوں نے ہجرتیں کیں۔ مگر صحیح سمت نہ چلنے کی وجہ سے ۷۵ سال گزرنے کے باوجود بھی پاکستان پر وہی فرسودہ جمہوری نظام قائم ہے۔ آئے روز پاکستان آئی ایم ایف اور دیگر مغربی جالوں میں مزید پھنستا جارہا ہے۔
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی
اس کے بالمقابل طالبان عالیشان نے اپنے مقصد ''اسلامی نظام کے نفاذ'' کیلئے درست سمت ''جہادی سیاست'' اختیار کرکے بے سروسامانی کے عالم میں بیس سال کے اندر اندر ہر قسم کی جدید ٹیکنالوجی سے لیس ایٹمی طاقتوں کو شکست فاش سے دوچار کیا۔ آج بحمداللہ سرزمین افغانستان پر مہاجرین وانصار کی بے پناہ قربانیوں کی بدولت اسلام کا بول بالا ہوچکا ہے۔
تو بتائیں! ۷۵ سالہ جمہوری سیاست کامیاب ثابت ہوئی یا بیس سالہ جہادی سیاست؟

زور بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں فریاد سے

اب وہ لوگ کیا کہیں گے؟! جو یہ کہتے نہیں تھکتے تھے کہ امریکہ سے مقابلہ پہاڑ سے سر ٹکرانے کے مترادف ہے، اور معاصر وقت میں جہاد کے ذریعے اسلامی نظام قائم کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ اور اس طرح کے بے سر وپا دعوی کرنے والوں نے یہ نہیں سوچا کہ معاملہ بالکل برعکس ہے۔ امریکہ کا طالبان سے مقابلہ پہاڑ سے سر ٹکرانے کے مترادف تھا، اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ طویل تاریخ میں آج تک ہر جگہ اسلامی نظام، جمہوری طرز سیاست سے نہیں بلکہ جہادی سیاست ہی سے نافذ ہوا ہے۔ آج بھی ہم امارت اسلامیہ ''اعزھا اللہ'' کی شکل میں اس کا عملی مشاہدہ کررہے ہیں۔
آمد برسر مطلب! آپ نے دیکھا کہ کابل پر براجمان طالبان عالی مقام نہایت ہی مختصر وقت میں اپنے مقصد میں کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ کیا آپ نے اس بات پر کبھی غور کیا ہے کہ تحریک طالبان پاکستان نے بھی پانچ سو سے زائد علمائے حق کے ایک مشترکہ فتوے کی بنا پر، پاکستان میں تقریبا ڈیڑھ عشرے سے جمہوری طرز سیاست کو رد کرکے، جہادی سیاست اختیار کی ہے اور اس مختصر مدت میں ہزاروں شہداء کی قربانیاں پیش کی ہیں۔ ہزارہا لوگ اس وقت بھی پاکستان کے خفیہ عقوبت خانوں میں ایک عظیم اُمید کی خاطر صعوبتیں سہہ رہے ہیں۔ لاکھوں قبائلی عوام، فوج کے بے تحاشا مظالم کی وجہ سے دربدر ہیں۔
اب سوال یہ ہے کہ تحریک طالبان پاکستان کی مالی جانی قربانیوں سے لبریز سیاست کامیاب رہے گی یا ملک میں جاری جمہوریت کی شعبدہ بازیاں اور اعتماد وعدم اعتماد کی جعلی، پرفریب اور لے دے کی سیاست رنگ لائے گی؟۔ آپ حضرات کے علم میں ہونا چاہئے کہ ایمان اور مادیت کی معرکہ آرائی میں جیت ایمان کی ہوتی ہے۔ اگرچہ اہل ایمان ملک بدر اور کمزور کیوں نہ ہوں۔ اصحاب کہف کا واقعہ اس بات کی بیّن دلیل ہے۔
لہذا ہر شخص معرکہ ایمان ومادیت میں اپنا فیصلہ خود کرے۔

الحمدللّٰہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین
والصلو والسلام علی نبیہ محمد وعلی أل
وأصحابہ أجمعین إلی یوم الدین.
اما بعد
فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم
بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم
إن الدین عند اللّٰہ الإسلام
ومن یبتغ غیر الإسلام دینا فلن یقبل منہ
وهو فی الآخرة من الخاسرین (آلعمران)
وقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:
(من بدلہ دینہ فاقتلوہ (متفق علیہ

ہم جب ٹھنڈے دل سے ہندوستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں سرہندی ایلیٹ کی مسخ شدہ تاریخ سے پہلے ہندوستان کی سیاسی اور مذہبی تاریخ کسی اور صورت میں نظر آتی ہے۔ سیاست کی باتیں تو سیاسی حضرات بہتر جانتے ہیں کیونکہ "لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالُ"،
ہم صرف مذہبی نقطۂ نظر سے یہ دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں کم و بیش ہزار سال تک مسلمانوں کی حکومت اور اقتدار رہا ہے۔ جس میں نہایت فراخ دلی سے ہر فرقہ اور ہر اہلِ مذہب کو اپنے مذہب کا پابند رہنے اور مذہبی رسومات بجا لانے کی کھلی آزادی تھی۔ جب گردشِ زمانہ سے سلطنتِ مغلیہ کا ٹمٹماتا ہوا چراغ گل ہوگیا اور اپنوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے ظالم اور جابر برطانیہ قہرِ الٰہی کی صورت میں ہندوستان پر نمودار ہوا تو اس وقت انگریز کے اہلِ ہند اور خصوصاً مسلمانوں کے خلاف کیا عزائم تھے؟ اور وہ ہندوستان میں کیا دیکھنا اور کیا کرنا چاہتا تھا؟ اور کس حد تک وہ کر چکا ہے؟

جب ہم ہندوستان کی تاریخ کے اس موڑ پر آتے ہیں اور تاریخ کے اوراق میں وہ واقعات پڑھتے اور دیکھتے ہیں تو ہماری آنکھیں پُرنم ہو جاتی ہیں، ہاتھ میں قلم لرز جاتا ہے، دل سیماب کی طرح بے قرار ہو جاتا ہے، سانس رُکنے لگتا ہے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ انگریز کے مظالم کے تمام واقعات تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے لکھے ہیں۔ مگر یہاں ہم صرف اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف مشترکہ ہندوستان میں انگریز کے رویے، کا ذکر کرتے ہیں جس سے ہمارا مدعیٰ بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے۔

برطانیہ کی پارلیمنٹ کے ممبر مسٹر مینگلس نے ۱۸۵۷ء کے آغاز میں پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے کہا: "خداوندِ تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کی زیرِ نگین ہے۔ تاکہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے تک لہرائے۔ ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صَرف کرنی چاہیئے اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہیئے۔ حکومتِ خود اختیاری، ص: ۱۳٦) اسی طرح لارڈ رابرٹس نے کہا: ان بدمعاش مسلمانوں کو بتا دیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی ہندوستان پر حکومت کریں گے۔ (علماءِ ہند کی شاندار ماضی کا آخری حصہ، تصویر کا دوسرا رخ، ص: ۳٤) اور سب سے زیادہ خطرناک اور مہلک طریقہ جو انگریز نے تجویز اور اختیار کیا تھا، وہ یہ تھا کہ قرآن پاک اور اس کی تعلیم اور علومِ اسلامیہ کو یکسر مٹا دیا جائے۔ تاکہ ایمان و ایقان کی وہ پختگی جو مسلمانوں کو حاصل ہے بالکل ختم ہو جائے۔ عیسائیت کا راستہ ان کیلئے سہل اور ہموار ہو جائے۔ اس کے مقابلے میں انگریزی تعلیم کو اس قدر عام اور رائج کر دیا جائے کہ کوئی شخص اپنے لئے اس کے سوا چارۂ کار نہ پائے۔ چنانچہ قرآن جیسی جامع و مکمل، بے نظیر اور انقلاب انگیز کتاب کی بے پناہ قوت اور طاقت سے خائف اور بدحواس ہو کر برطانیہ کے مشہور اور ذمہ دار وزیر اعظم گلیڈ اسٹون نے بھرے مجمع میں قرآن کریم کو اٹھاتے ہوئے بلند آواز سے یہ کہا تھا: "جب تک یہ کتاب دنیا میں باقی ہے۔ دنیا متمدن اور مہذب نہیں ہوسکتی۔ (خطبۂ صدارت، ص: ۱۵)
اور ہنری ہرینگٹن طاس نے کہا کہ "مسلمان کسی ایسی گورنمنٹ کے جس کا مذہب دوسرا ہو اچھی رعایا نہیں ہوسکتے اس لئے کہ احکام قرآنی کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں۔ (حکومت خود اختیاری، ص: ۵۵)
الغرض قرآن کو مٹانے اور مسلمانوں کے اسلامی جذبات کو ہندوستان سے نیست و نابود کرنے کیلئے ایسے ایسے حربے استعمال کئے گئے کہ شیطان بھی دم بخود ہو کر رہ گیا۔ لارڈ میکالے نے تو یہاں تک صاف لفظوں میں کہا کہ "ہماری تعلیم کا مقصد ایسے نوجوان پیدا کرنا ہے جو رنگ

و نسل کے اعتبار سے ہندوستانی ہوں تو دل و دماغ کے اعتبار سے فرنگی ۔ (مدینۂ بجنور، ۲۸، فروری ۱۹۳۶ء) اور اگر سچ کہئے تو اس میں ان کو کافی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی جیسا کہ کسی بھی صاحبِ علم پر مخفی نہیں ہے ۔

یہ طریقہ تو وہ تھا جو براہِ راست حکومت برطانیہ اور اس کے ذمہ دار اشخاص نے اسلام کے خلاف مذہبی میدان میں اختیار کیا۔ اس کے علاوہ عسکری اور فوجی میدان میں اہلِ اسلام کے خلاف اسی مشترکہ ہندوستان سے جو فوج تیار کر رکھی تھی وہ بھی کوئی معمولی کام نہیں ہے ۔ بیرونی فوجی قوت کی مدد سے کسی قوم کو غلام بنانے کا عمل تو تاریخ میں پہلے بھی ہوتا رہا ہے ۔ لیکن ایسا کم ہی ہوا ہوگا کہ کسی قوم کو اسی قوم کی مدد سے غلام بنایا گیا ہو۔ چنانچہ مشترکہ ہندوستان پر اپنا غاصبانہ قبضہ برقرار رکھنے اور اہلِ ہند کو غلام بنانے کے لئے برطانیہ نے ایک ایسی فوج کی تشکیل کا فیصلہ کیا جس کی کمان یورپی افسروں کے ہاتھوں میں ہو اور اس کی سپاہی سب کے سب اہلِ ہندوستان پر مشتمل ہوں ۔ اس فوج کو بتدریج منظم کرتے ہوئے درج ذیل تین صدارتی افواج کی صورت میں ترتیب دیا :

۱) بنگال آرمی
۲) بمبئ آرمی
۳) مدراس آرمی

برطانیہ کی قیادت یہ بات بخوبی جانتی تھی کہ اس نے ہندوستان پر بزورِ قوت قبضہ جمایا ہے ۔ یہ قبضہ برقرار رکھنے کے لئے بھی اسے قوت کا ہی سہارا لینا پڑے گا۔ اسی بات کا اظہار بمبئ کے ایک برطانوی گورنر نے ان الفاظ میں کیا "ہم نے ہندوستان کو تلوار کے زور سے قابو کر رکھا ہے ، اگر ہم اپنی فوجی برتری برقرار نہ رکھ پائے تو ہمارا اقتدار بہت تیزی سے ختم ہوجائے گا" (یہ کس کی فوج ہے ؟، ص : ۲)

لہٰذا ان ہی تین صدارتی افواج کی مدد سے برطانیہ نے مغربی ہندوستان (موجودہ پاکستان) جیسے بلوچستان، سندھ، پنجاب اور صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) پر چند ہی سالوں کی لڑائی میں اپنی گرفت مستحکم کرلی ۔ کامیابی کے بعد مغربی ہندوستان (موجودہ پاکستان) میں زیادہ تر بنگال آرمی کے افسر و سپاہی تعینات کئے گئے ۔

(جاری ہے)

مفتی ابو ہریرہ حفظہ اللہ
رکن رہبری شوریٰ و وزیر فلاح و بہبود

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرة ۱۸۳)

اے ایمان والو، تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں، جیساکہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم پرہیزگاد بن جاؤ۔

عدم اعتماد

از: مفتی ابوہشام حفظہ اللہ (رکن رہبری شوریٰ و اعلامی کمیشن)

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے اندر موجود شورش کا اصل سبب اعتماد اور عدمِ اعتماد کا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ اعتماد اور عدمِ اعتماد کا اصل سبب ہی پاکستان کے قیام کے مقصد میں نظریات کا انتشار ہے۔ کیونکہ یہ اعتماد اور عدمِ اعتماد کا سلسلہ قیامِ پاکستان کے آغاز ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قیامِ پاکستان کا پہلا دن تھا اور سامنے یہ سوال تھا کہ پاکستان تو حاصل ہوگیا مگر اس کو آگے کیسے چلایا جائے؟

یہاں پر پاکستان کے حصول کیلئے جدوجہد کرنے والے لوگ تین واضح طبقوں میں منقسم ہوگئے۔ ان میں یہ تقسیم پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے اس جڑ پکڑنا شروع ہوئی جب برصغیر پاک و ہند پر انگریز کا غلبہ ہوا۔ دینی طبقے کے اصلاحی اور جہادی تحریک کے مقابلے میں یہ جدت پسند اور لادین طبقے پیدا ہوئے۔ جن میں ایک طبقہ مکمل سیکولر لادین تھا جو پاکستان کو مکمل طور پر مغرب کے لادین نظریات کے تحت چلانا چاہتا تھا۔ اس طبقے کے نزدیک کامیابی کا راز صرف اور صرف مغربی طرزِ زندگی ہی میں مضمر تھا۔ دوسرا طبقہ اسلامی جدت پسند طبقہ تھا جن کے خیال میں اسلامی اصول پر قائم رہنا بھی ضروری تھا۔ مگر ان اصولوں کو مغربی نقطہ نظر کے ساتھ ایڈجسٹ کرنا بھی ضروری تھا۔ گویا کہ ماڈرن اسلام کے بغیر اقوامِ عالم کے بیچ میں رہنا ان کے نزدیک ناممکن تھا۔ تیسرا طبقہ خالص اسلامی نظریات کا حامل طبقہ تھا۔ ان کا خیال تھا کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنایا گیا ہے۔ اب اس میں خالص اسلامی قانون ہی نافذ ہوگا۔ اب ان طبقوں میں قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک یہ رسہ کشی کا عمل شروع ہے کہ ہر طبقہ پاکستان کو اپنے نظریے کے تحت لانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے

اب ان مختلف نظریات کی روشنی میں اعتماد اور عدمِ اعتماد کا معیار متعین کرنا کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں ہر طرف لاقانونیت ہے اور میڈیا پر بھی اکثر اوقات سیاسی پارٹیوں کی طرف سے لاقانونیت کی شکایت سامنے آتی ہے۔ تو جہاں اعتماد اور عدمِ اعتماد کا معیار ہی متعین نہ ہو وہاں اعتماد کی فضاء کیسے قائم ہوسکتی ہے؟ اب ایک طرف ان تینوں طبقات کے مابین اقتدار کی رسہ کشی ہے اور دوسری طرف کلازوٹ کی تربیت شدہ اسٹیبلشمنٹ ہے۔ جس نے ملک کا مکمل کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس ملک کو اپنے ہی مفاد کی خاطر استعمال کریں گے اور اس کو مغرب کی چھاؤنی کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ کسی بھی سیاسی پارٹی کو یہ ملک عوامی منشاء کے مطابق استعمال نہیں کرنے دیا جائے گا، جس کا مشاہدہ ہم کر بھی رہے ہیں کہ اقتدار میں وہی پارٹی آتی ہے جس کا فوج کے ساتھ گٹھ جوڑ ہو ورنہ سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا کہ فوج کی مرضی کے بغیر کوئی پارٹی اقتدار کی کرسی سنبھال سکے۔

فوج کو اگر ملک کے اندر اسلامی جہت سے خطرہ لاحق ہوجائے تو عمران خان کو نئے پاکستان کا ٹھیکہ دار بنا کر میدان میں لا کھڑا کر دیتی ہے۔ جس سے نظام پر مشتعل لوگوں کے جذبات ٹھنڈے ہوجاتے ہیں۔ اگر مغرب کو مسلمانوں کو کرش کرنے کے لئے چھاؤنی کی ضرورت پڑجائے تو یہ فرنٹ لائن اتحادی بن کر اسلام دشمنوں کو ملک کے سینے پر قابض کر دیتی ہے۔ مختصر یہ کہ پاکستان کے اندر امن و خوشحالی بحال کرنے اور اس ملک کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے، یہ اعتماد اور عدمِ اعتماد کی ریلیاں نکالنے اور جلسے جلوس نکال کر عوام کی رہی سہی زندگی دوبھر کرنے کا طریقہ بالکل غلط اور بے سود ہے۔ اس کے لئے عوام کو سب سے پہلے فوج کو راہ راست پر لانے اور ملک کو اپنے اصل مقصد نفاذِ شریعت پر لانے کیلئے محنت کرنا ہوگی اور اس مقصد کے حصول کیلئے عوام کو تحریکِ طالبان کا ساتھ دینا ہوگا تاکہ ہمارے اکابر علمائے کرام اور مشائخِ عظام نے جس عالی مقصد کے لئے اس ملک کو حاصل کیا تھا اور بے پناہ قربانیاں دی تھیں وہ مقصد ہمیں حاصل ہوجائے۔

تقریباً ۷۵ سال ان سیاسی پارٹیوں اور اسٹیبلشمنٹ کو آزمانے کے بعد اس حقیقت سے انکار کی گنجائش شاید نہ رہے کہ ان تمام مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنے کا واحد طریقہ یہی ہے، جس کا ذکر ہم نے کیا۔ لہذا پاکستان کے باشعور لوگ یہ بات، پیش نظر رکھیں کہ اس فرسودہ اور غیر مرتب ڈھانچے میں تبدیلی لائے بغیر ملک میں امن و امان اور اعتماد کی فضا قائم نہیں ہو سکتی۔

ملک کی موجودہ سیاسی صورتحال، ذمہ دار کون؟

از: نوید الحسن

یوں تو پاکستان میں اسمبلیاں تحلیل ہوتی رہی ہیں، یہ پاکستانی قوم یا سیاسی پارٹیوں کیلئے کوئی نئی اور انہونی بات نہیں ہے، بلکہ تاریخ کا تسلسل ہے جو تقسیم ہند کے بعد برائے نام اسلامی ملک پاکستان میں ہوتا چلا آ رہا ہے پاکستانی خوابیدہ قوم کے علاوہ تمام ذی شعور لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے اور اس کے محرکات کیا ہیں؟ اس صورتحال کو سمجھنا مشکل نہیں ہے لیکن اس کو سمجھ کر وضاحت کے ساتھ بیان کرنا اتنا مشکل ہوتا ہے کہ اس کی اصلاح کا سوچنا بھی ناممکن ہو جاتا ہے جب تک ڈکٹیٹرز اس ملک پر قابض رہیں گے، یہاں جمہوریت مستحکم نہیں رہ سکتی تو پھر اسلامی خلافت کا سوچنا تو بہت دور کی بات ہے

افغانستان پر طالبان کی حکومت، تحریک طالبان پاکستان کے دوبارہ منظم ہونے، اس کی مثبت پوزیشن اور فوج پر ہونے والے حملوں میں ریکارڈ تیزی کے باعث بوٹ سرکار کی جب کانپیں ٹانگنے لگیں تو مختلف حربے استعمال کرنا شروع کیے، کبھی مذاکرات کی پیشکش کی، کبھی امارت اسلامیہ کو تحریک طالبان پاکستان کے خلاف کارروائی کی درخواست کی تو کبھی جرگے کے ذریعے منت سماجت کی یہ سب تقریباً ناکام ہوتے نظر آئے تو اپنی بزدلی اور شکست کو چھپانے کیلئے سیاسی بھونچال پر اکتفاء کیا، یہ سوچ کر کہ نئی حکومت کے ذریعے اس صورتحال سے نکلنے کا کوئی طریقہ بن پائے گا، مگر یہ نام نہاد مسلمان یہ نہیں جانتے کا پاکستان کا مقدر صرف اور صرف اسلامی نظام کا نفاذ ہے اور بس

عالمی یہودی تنظیموں کی پالیسی یہی ہوتی ہے کہ کسی ملک کو اپنے قبضے میں رکھنے کیلئے سب سے پہلے اس کی عسکری قوت خریدنے کی کوشش کرتے ہیں، پھر سول حکومت کو خصوصاً جو برسر اقتدار ہو اور اس کیلئے وہ یا تو پیسوں کا سہارا لیتے ہیں یا پھر حُسن کا اگر پاکستان کی ماضی پر نظر ڈالی جائے تو اکثریت جرنیلوں اور وزراء کی بیویاں یہودی تھیں تاریخ چونکہ بھری پڑی ہے تو یہاں مکرر ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی

۷۵ سالہ پاکستانی تاریخ میں سب سے زیادہ حکومت لیاقت علی خان کی گزری ہے، جو تقریباً پچاس ماہ تک چلی تھی یعنی وہ بھی آئین کے مطابق پوری نہیں ہوئی اور اس کو بھی نامعلوم افراد نے قتل کیا تھا اور یہی نامعلوم افراد اب تک پیارے وطن پاکستان پر قابض ہیں اور انہی کے ہاتھوں اسمبلیاں تحلیل ہوتی آ رہی ہیں

اسی سوچ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اسٹیبلشمنٹ نے اپوزیشن کا سہارا لیتے ہوئے عدم اعتماد کا ڈھونگ رچایا اور خود تماشائی بن کر نیوٹرل رہنے کی ایکٹنگ کی اس صورتحال کے دوران کپتان نے چوبیس گھنٹوں میں تین مرتبہ باجوہ سے ملاقات کی، جو گھنٹوں گھنٹوں تک جاری رہی اب اس ملاقات میں کیا کیا مشورے ہوئے، اس کا ذکر بھی وسیم بادامی نے ایک ٹاک شو کے دوران کیا تھا کہ مستند عسکری ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ باجوہ نے کپتان کو تین آپشنز دیئے پہلا آپشن تو یہ ہے کہ استعفیٰ دے دیں، دوسرا آپشن یہ کہ عدم اعتماد کا سامنا کرے اور تیسرا آپشن یہ ہے کہ عدم اعتماد کو مسترد کرنے کے بعد اسمبلی کو تحلیل کر دے یہ تینوں آپشنز سیاست میں حصہ نہ لینے والے نیوٹرل باجوہ نے دی تھیں مطلب یہ کہ کپتان نے جس زور و شور سے اور چیلنج کے ساتھ استعفیٰ نہ دینے کے بیانات دیئے ہیں اب اس سے روگردانی کرنا بھی ان کی

ملک کی موجودہ سیاسی صورتحال، ذمہ دار کون؟

بے عزتی کی مترادف ہوگی اور اگر عدم اعتماد کا سامنا کریں گے تو بھی اپوزیشن سیٹوں کی تعداد کو دیکھ کر اس کو اپنی شکست واضح نظر آرہی تھی، جس میں بے عزت ہو کر اقتدار چھوڑنا پڑتا اب رہی خان صاحب کے پاس تیسرے اور آخری آپشن کی کہ عدم اعتماد والا مسئلہ ختم کر کے اسمبلی کو تحلیل کیا جائے یہ سب پہلے سے طے شدہ منصوبے تھے جس کو عملی جامہ پہنایا گیا اور لوگ بریکنگ پہ بریکنگ نیوز لگاتے رہے کوئی خوش کوئی خفا، بس باجوہ کے آپشنز تھے اور کپتان نے تیسرے آپشن کا انتخاب کر کے صدر کو اسمبلی تحلیل کرنے کا مشورہ دیا اور اس نے پہلے سے دی گئی ہدایات کے مطابق اس پر عمل کیا، اب دیکھنا یہ ہے کہ سپریم کورٹ ایکشن لے کر کیا نیا کرنے جارہی ہے

از : نویدالحسن

مقصد صرف اتنا تھا کہ جو کچھ بھی پاکستان کے ساتھ ہورہا ہے، اسی قابض فوج کی وجہ سے ہورہا ہے دہشت گردی کے نام پر ملک کا بیڑہ غرق کردیا، پرائی جنگ اپنی قوم پر مسلط کی، جمہوریت کو جمہوریت رہنے نہیں دیتی، مدارس سمیت تمام تعلیمی اداروں میں دخل اندازی، سپورٹس ایکٹیویٹیز میں پیش پیش، بیرون ملک دورے اور سب سے بڑھ کر یہ نام نہاد محافظ طبقہ سول حکومت کے ساتھ بطور مشاور بھی ڈیوٹی سرانجام دے رہی ہے ملک میں امن وامان کی بگڑتی ہوئی صورتحال میں اسی فوج کا بڑا ہاتھ ہے، اس لئے اپنی ملک کے مظلوم قوم سے درخواست ہے کہ وہ تحریک طالبان پاکستان کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر فوج کے خلاف لڑیں اور اپنے پیارے ملک پاکستان کو مزید زوال سے

خصوصی انٹرویو مفتی مزاحم حفظہ اللہ

وزیر دفاع و نائب امیر تحریک طالبان پاکستان

نمائندہ مجلہ طالبان : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ۔

مفتی مزاحم صاحب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاۃ۔

نمائندہ مجلہ طالبان : محترم مفتی صاحب! آج ہم تحریک طالبان پاکستان کے آفیشل مجلہ "طالبان" کی طرف سے ایک مختصر انٹرویو کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

مفتی مزاحم صاحب : جی محترم بھائی آپ تشریف رکھیں اور آپ جو سوالات پوچھنا چاہتے ہیں پوچھ سکتے ہیں۔

نمائندہ مجلہ طالبان : محترم مفتی صاحب! سب سے پہلے ہم چاہیں گے کہ مجلہ طالبان کے قارئین کے سامنے آپ کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے۔

مفتی مزاحم صاحب : میرا نام مفتی مزاحم ہے۔ تعلق خیبر پختونخوا کے ضلع لوئر دیر سے ہے۔ سال ۲۰۰۰ء میں جامعہ فاروقیہ کراچی سے فراغت ہوئی اور ۲۰۰۱ء میں سقوط امارت اسلامیہ افغانستان کے وقت میں مولانا منظور احمد مینگل صاحب کے تلمذ میں تخصص فی الفقہ کا طالبعلم تھا۔

نمائندہ مجلہ طالبان : محترم مفتی صاحب! موجودہ ایام میں آپ تحریک طالبان پاکستان کے کس شعبے میں فرائض سر انجام دے رہے ہیں؟

مفتی مزاحم صاحب : حال ہی میں مجھے وزارتِ دفاع کی خدمات سونپی گئی ہیں، جنھیں بجا لانے کی حتی الوسع کوشش کر رہا ہوں۔ تحریک طالبان پاکستان کی رہبری شوریٰ کا، رکن بھی ہوں۔ مختصراً یہ کہ حالیہ دنوں میں تحریک طالبان پاکستان کے نائب امیر اور وزیرِ دفاع کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہا ہوں۔

نمائندہ مجلہ طالبان : محترم مفتی صاحب! ہم چاہیں گے کہ آپ وزارتِ دفاع کے ادارے اور مامورین کے کام کرنے کا اِجمالی خاکہ بھی ہمارے قارئین کو بیان کریں۔

مفتی مزاحم صاحب : تحریک طالبان پاکستان کی وزات دفاع کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ وزیر دفاع کے تحت نظامی کمیسون ہیں۔ یہ کمیسون تحریک طالبان پاکستان کے جغرافیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے دو زون میں منقسم ہیں۔ ہر نظامی کمیسون اپنے زون کے والیان، ان کے معاونین اور ولسوالی کے مسئولین کی نگرانی کرتا ہے۔ اسی طرح ان کے تحت دلگی (قطعات یا گروپس) ہیں جن کی نگرانی مسئول ولسوالی اور والیان کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ولایتی نظامی کمیسون، اور چند دیگر اہم ادارتی امور بھی اسی وزارت کے سپرد ہیں۔ الحمد للہ، وزارتِ دفاع کے تحت یہ سب ایک منظم ترتیب سے کام کر رہے ہیں۔

نمائندہ مجلہ طالبان : محترم مفتی صاحب! آپ بحیثیت تحریک طالبان پاکستان کے وزیرِ دفاع اپنے ماتحت ذمہ داران اور عام مجاہدین کی کار کردگی کو کیسا محسوس کرتے ہیں؟

مفتی مزاحم صاحب : تحریک طالبان پاکستان کی اس وزارت کے قیام کے بعد سے ہم نے حالیہ تین ماہ میں جن امور کی نگرانی کی ہے ان سے متعلق والیان اور نظامی کمیسون کی طرف سے بہت ہی مثبت کارکردگی سامنے آئی ہے۔ اپنی ولایتوں کے نظم و ضبط اور تشکیلات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم ان سے مطمئن ہیں اور ابھی تک کوئی قابل ذِکر شکایت ہمارے سامنے نہیں آئی۔ الحمد للہ۔

نمائندہ مجلہ طالبان : محترم مفتی صاحب! تحریک طالبان پاکستان کی موجودہ وحدت کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ مجاہدین کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

مفتی مزاحم صاحب : مجاہدین کو میرا پیغام یہ ہے کہ وہ ظاہری وحدت کے ساتھ ساتھ اپنی باطنی اصلاح پر بھی خصوصی توجہ دیں۔ اس سے اللہ کی مدد و نصرت ہمارے شاملِ حال ہوگی اور دشمن پر ہماری چھوٹی سے چھوٹی کارروائی کا اثر بھی اللہ کے حکم سے، بہت بڑا ہوگا۔ مسؤلین

اپنے مامورین کا خیال رکھیں اور بھائی چارگی والی زندگی گزاریں۔ مجاہدین کو چاہیئے کہ وہ اپنے اصل کام اور مقصد کی طرف پوری یکسوئی سے متوجہ ہوجائیں۔ کیونکہ شرعی نظام کے نفاذ کا ہمارا دعویٰ بہت بڑا ہے۔ جس میں ہمیں خود کو مخلص ثابت کرنے کے لئے دن رات کام کرنے اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہنے کی ضرورت ہے۔

نمائندہ مجلہ طالبان: محترم مفتی صاحب! پاکستان کی موجودہ سیاسی کشمکش کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

مفتی مزاحم صاحب: میں پاکستان کی موجودہ سیاسی کشمکش ہی نہیں بلکہ پاکستان کی تاریخی سیاسی صورتحال سے بھی بالکل مطمئن نہیں ہوں۔ کیوں کہ یہ اب تک کسی بھی طرح سے عوام، دین یا وطن کے لئے فائدہ مند ثابت نہیں ہوئی۔ یہاں مقتدر طبقات کے مابین ذاتی مفادات کی مستقل جنگ چل رہی ہے۔ جس میں مقتدر طبقے نے عوامی وسائل کی لوٹ مار اور محض اپنے ذاتی مفادات کے تحفظ کے لئے عوام کو ایک دوسرے کا دشمن بنادیا ہے۔ البتہ حالیہ ایام میں چونکہ انتخابات قریب ہیں اس لئے حسبِ روایت یہ سیاسی کشمکش زور پکڑ گئی ہے۔ جب تک ملک میں یہ جمہوری سیاسی نظام قائم ہے اس سے ملکی معیشت، امن و امان اور مہنگائی سے پریشان عوام کے حالات میں کسی قسم کی تبدیلی آنے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

نمائندہ مجلہ طالبان: محترم مفتی صاحب! آپ مجلہ طالبان کے توسط سے عام پاکستانی عوام کے لئے کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

وزیر دفاع و نائب امیر تحریک طالبان پاکستان

مفتی مزاحم صاحب: اپنے پاکستانی بھائیوں کے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ بطور مسلمان ہمیں چاہیے کہ مومنانہ بصیرت اور فہم و فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے پاکستان پر مسلط اسلام دشمن اور کافروں کے ایجنٹ ٹولے سے جان چھڑائیں۔ کیونکہ ہم سب نے اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اس بات کا جواب دینا ہے کہ ہم نے اس کے دین کے لئے کیا کیا؟ اور ہم نے ظالم کا ظلم دیکھ کر اسے روکنے کی کتنی کوشش کی؟۔ لہذا سچے مسلمان اور باشعور پاکستانی ہونے کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم پاکستان کے اسلام دشمن اور ظالم حکمرانوں کے خلاف کھڑے ہوجائیں۔ مظلوموں اور مجاہدین کا ساتھ دیں۔ اور پاکستان پر مسلط انگریزوں کا باطل جمہوری نظام ختم کر کے وہ اسلامی و شرعی نظام نافذ کریں جس کے نفاذ لئے یہ ملک حاصل کیا گیا تھا۔

نمائندہ مجلہ طالبان: محترم مفتی صاحب آپ کا بہت شکریہ کہ آپ اپنی اہم ترین مصروفیات میں سے کچھ وقت نکال کر ہمارے قارئین سے مخاطب ہوئے اور چند اہم امور پر گفتگو فرمائی۔ جزاک اللہ خیرا۔

مفتی مزاحم صاحب: وایاکم! بطور نمائندہ مجلہ "طالبان" آپ کی تشریف آوری کا بھی شکریہ۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ.

رمضان کا مہینہ، وہ جس میں قرآن مجید کو نازل کیا گیا لوگوں کی ہدایت کیلئے اور (اس میں) روشن دلائل ہیں ہدایت کی اور حق و باطل میں فرق کرنے کیلئے۔ پس جو تم میں سے اس مہینے کو پائے، تو روزے رکھے اس مہینے کے۔

وقت، جس کا انتظار تھا

کالم نوکِ قلم

از: خالد قریشی

یہ بات کافی واضح ہوچکی ہے کہ پاکستان میں ہمیشہ سے غیور قبائل نے جہاد کا عَلم اٹھایا اور بزور شمشیر اپنے دین و عزت کی حفاظت کرنے کو ترجیح دی ہے ظالم کے سامنے اکڑنے کا ہنر انہوں نے خوب جانا ہے اور مظلوم کا ہاتھ تھامنے میں بھی وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں رہے ہیں یہی تھا کہ دو عشرے قبل امارت اسلامیہ کے سقوط کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہوں نے ہجرت کرنے والے مجاہدین کی نصرت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور یہ محبت اتنی بڑھی کہ مہاجرین کے دل و دماغ پر چھایا فلسفہ انصار پر بھی اثر کرنے لگا اور بالآخر انہوں نے اچھی صحبت کا اچھا اثر لیتے ہوئے پاکستان سے ظلم وجبر کے خاتمے اور یہاں اسلامی قانون کے نفاذ کیلئے عملی قدم اٹھالیا

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

سال ۲۰۰۶ء میں شروع ہونے والا جہاد پاکستان کا یہ سلسلہ ابھی ایک سال کی عمر کو پہنچنے ہی والا تھا کہ جہادِ پاکستان کے تقریبا تمام سپاہی ایک امیر (بطل امت بیت اللہ محسود شہید رحمہ اللہ) کی قیادت میں ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے، جس نے وطن پر مسلط سیاسی و عسکری قوتوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور یوں جہاد پاکستان کو نئی روح ملی جلد ہی امیر محترم بیت اللہ محسود شہید ہوئے اور تحریک کی بھاگیں نوجوان قائد حکیم اللہ محسود شہید رحمہ اللہ کی ہاتھ میں دی گئیں اب تحریک ایک منظم صف تھی جس سے دشمن شدید خوف میں رہتا اور روزانہ وہ کسی نہ کسی راہ میں مجاہدین کے پنجے میں آ کر گرتا پڑتا، لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ یہ مجاہدین کے یہ محبوب بھی ان کی دربار میں لبیک کہہ گئے

اب سال ۲۰۱۳ء میں تحریک کیلئے نئے امیر مولانا فضل اللہ شہید رحمہ اللہ کا انتخاب ہوا آپ رحمہ اللہ نے تحریک کو منظم و متحد کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کی اور بالآخر اس میں کامیاب بھی ہوئے کہ محسود، گنڈاپور اور بنوں وغیرہ کے مجاہدین تحریک میں شامل ہوگئے۔ اور اسی طرح امیر صاحب شہید رحمہ اللہ نے تحریک کو ہر قسم داخلی وخارجی جنگوں سے بچایا مثلاً داعش وغیرہ۔ ۲۰۱۸ء میں جب مولانا فضل اللہ رحمہ اللہ شہید ہوئے تو مفتی نور ولی محسود (ابو منصور عاصم) حفظہ اللہ کو تحریک طالبان پاکستان کا امیر مقرر کیا گیا اس سے قبل مولانا صاحب رحمہ اللہ کی قیادت میں ہی محسود و گنڈاپور طالبان تحریک کا دوبارہ حصہ بن چکے تھے

اب ماضی میں جو تھا، سو تھا، لیکن مجاہدین پاکستان کے معاشرے میں ایک ہوا چل پڑی کہ آئندہ کیلئے کیا کرنا ہے اور اس کے لئے ہم کیسے ایک ہوں گے؟ تو اللہ رب العزت نے اس سوچ و فکر کو عملی جامہ پہنانا شروع کیا اور سال ۲۰۲۰ء کی ابتداء میں پاکستانی مجاہدین کے تین چھوٹے گروپس نے تحریک طالبان پاکستان کے ساتھ ایک ہونے

کالم نوکِ قلم
از: خالد قریشی

کا اعلان کرلیا (جس کی تفصیل عمر میڈیا پر موجود ہے) اب رب کو شاید یہی منظور تھا کہ یہ مجاہدین ایک ہوجائیں تو اس دوران محسود طالبان کے ایک جداشدہ گروپ نے امیر محترم مفتی صاحب حفظہ اللہ کے ہاتھ بیعت کرلی یہ بات کئی زاویوں سے چونکا دینے والی تھی، جس کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں ہے تو اسی سال اگست کے مہینے میں جہاد پاکستان کی مزید جماعتوں نے اپنی تنظیموں کو ختم کرنے اور تحریک طالبان پاکستان میں ضم ہونے کا اعلان کرلیا یہ سلسلہ یہیں نہیں رکا بلکہ مزید کئی جماعتوں نے اسی نوعیت کے اعلانات کرکے زخمی تحریک کیلئے مرہم پٹی کا کام مزید تیز کردیا

سیاسی جوانب کو ایک طرف رکھ کر اگر ہم صرف کلام حق لایزال کی آیتوں پر نظر دوڑائیں تو بھی ہم اتفاق واتحاد کے امر کے فوائد کو نظرانداز نہیں کرسکتے چنانچہ ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

• واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا

ترجمہ: اوراللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کررکھواور فرقہ بازی مت کرو

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

• ولاتنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم

ترجمہ: اور تم مت جھگڑو، ورنہ تم شکست خوردہ ہوجاؤ گے اور تمہارا دبدبہ جاتا رہ جائے گا

اسی طرح نبی الملاحم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

إن اللّٰه يرضى لكم ثلاثا ويكره لكم ثلاثا فيرضى لكم: أن تعبدوه، ولاتشركوا به شيئا، وأن تعتصموا بحبل اللّٰه جميعا ولاتفرقوا، ويكره لكم: قيل وقال، وكثرة السؤال، وإضاعة المال

اسی طرح نبی الملاحم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں

إن اللّٰه يرضى لكم ثلاثا ويكره لكم ثلاثا فيرضى لكم: أن تعبدوه، ولاتشركوا به شيئا، وأن تعتصموا بحبل اللّٰه جميعا ولاتفرقوا، ويكره لكم: قيل وقال، وكثرة السؤال، وإضاعة المال

ترجمہ: یقینا اللہ رب العزت تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند فرماتا ہے اور تین کو ناپسند، پس پسند فرماتے ہیں کہ تم اللہ کو ایک مانو، اوراس کے ساتھ شرک مت کرواور یہ کہ تم اللہ کی رسی (اتحاد) کو مضبوطی سے تھامواور فرقہ بازی مت کرواور ناپسند فرماتے ہیں زیادہ قیل وقال (کہا سنی)، اور زیادہ سوالات کرنا اور مال ضائع کرنے کو اس بحث کی مزید تفصیل واعتصموا بحبل اللہ والی آیت کی تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہے

شاعر کہتے ہیں:

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبین
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

یقینا خوشی کا مقام ہے کہ بکھرے موتیوں نے جب ایک ہی دھاگے میں رہنا چاہا اور وحدت کی ایک تصویر پیش کی تو دشمن پر قابلِ غور اثر پڑا ایک وقت تھا کہ ہماری ایک تمنا ہوتی تھی کہ کب وہ دن آئے گا جب ہم سب مجاہدین پاکستان ایک چھتری تلے، ایک امیر، ایک نظم وضبط اور ایک لائحے کے تحت جنگ لڑیں گے لیکن الحمدللہ! اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو ہماری تمنا تھی، وہ پوری ہوگئی اور وہ وقت آگیا جس کا انتظار تھا

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

نواپیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

جہاد کی اقسام

اقتباس از: سیرت مصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھلوی

جہاد کی مختلف قسمیں ہیں، جہاد کی ایک قسم دفاع ہے، جس کو دفاعی جہاد کہتے ہیں یعنی کافروں کی کوئی قوم ابتداءً تم پر حملہ آور ہو تو تم اس کی مدافعت کے لئے ان کا مقابلہ کرو۔ جہاد کی اس قسم کو حق تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [١٩٠]

ترجمہ: اور قتال کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ایک اور مقام پر فرمان باری تعالیٰ ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ [٣٩] الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ [٤٠] {الحج:٣٩،٤٠}

ترجمہ: مسلمانوں کو ان کافروں سے جہاد و قتال کی اجازت دی گئی جو کافر مسلمانوں سے لڑتے ہیں، اس وجہ سے کہ مسلمان ستم رسیدہ ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد پر قادر ہے یہ مسلمان اپنے گھروں سے محض بے وجہ نکالے گئے سوائے اس کے کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار ایک اللہ ہے۔

جہاد کی دوسری قسم اقدامی جہاد ہے یعنی جب کفر کی قوت اور شوکت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم دشمنان اسلام پر جارحانہ حملہ اور ہاجمانہ اقدام کرو کیونکہ جب دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہو تو احتیاط اور حفظِ ما تقدم کا مقتضا یہی ہے کہ تم ان پر جارحانہ اقدام کرو تاکہ اسلام اور مسلمان کفر اور شرک کے فتنے سے محفوظ ہوجائیں اور بغیر کسی خوف وخطر کے امن وعافیت کے ساتھ خداوند ذوالجلال کے احکام کو بجا لاسکیں اور کوئی قوت وطاقت ان کو ان کے سچے دین سے نہ ہٹا سکے اور نہ پھیر سکے اور نہ کوئی طاقت قانونِ خداوندی کے اجراء و تنفیذ میں مزاحم ہوسکے، ایسے موقع پر عقل اور فراست، تدبیر اور سیاست کا یہی مقتضی ہے کہ خطرے کو پیش آنے سے پہلے ختم کردیا جائے، اس انتظار میں رہنا کہ جب خطرہ سر پر آجائے گا اس وقت مدافعت کریں گے یہ اعلیٰ درجہ کی حماقت اور سفاہت ہے۔ جس طرح شیر اور چیتے کو حملہ کرنے سے پہلے ہی قتل کردینا اور کاٹنے سے پہلے ہی سانپ اور بچھو کا سر کچل دینا ظلم نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا تدبّر اور انجام بینی ہے، اسی طرح کُفر اور شرک کا سر اٹھانے سے پہلے ہی سر کچل دینا اعلیٰ درجہ کا تدبّر ہے۔ چور اور قزاق یا درندے اگر کسی جنگل اور بیابان میں جمع ہوں تو عقل اور دانائی کا مقتضی یہ ہے کہ قبل اس کے کہ وہ شہر کا رخ کریں، ان کو آبادی کا رخ کرنے سے پہلے ہی ختم کردیا جائے درندوں کے قتل میں اقدام ہی عقل اور دانائی ہے اور "**فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ**" اور "**أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا**" میں اسی قسم کے کافر مراد ہیں۔

درندوں کے قتل میں دفاع کا تصور کرنا اور یہ سوچنا کہ جب یہ درندے مل کر ہم پر حملہ آور ہوں گے اس وقت ہم ان کی مدافعت کریں گے، اس قسم کا تصور اہلِ عقل کے نزدیک کھلی ہوئی حماقت اور نادانی ہے۔

حق جل شانہ کے اس ارشاد "**وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ**" میں اسی قسم کا جہاد مراد ہے، یعنی اے مسلمانو! تم کافروں سے یہاں تک جہاد وقتال کرو کہ کفر کا فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کے دین کو پورا غلبہ حاصل ہوجائے، اس آیت میں فتنہ سے کفر کی قوت اور شوکت کا فتنہ مراد ہے اور "وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ" سے دین کا ظہور اور غلبہ مراد ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے "لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ" یعنی دین کو اتنا غلبہ اور قوت حاصل ہوجائے کہ کفر کی طاقت سے اس کے مغلوب ہونے کا احتمال باقی نہ رہے اور دین اسلام کو کفر کے فتنہ اور خطرہ سے بالکلیہ اطمینان حاصل ہوجائے۔

اب رہا یہ امر کہ دین اسلام کو کفر کے فتنہ سے کس طرح اطمئنان حاصل ہوسکتا ہے، سو اس اطمئنان کی تین صورتیں ہیں، ایک صورت تو اطمئنان کی یہ ہے کہ کفار مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور مسلمانوں کی رعایا بن کر اور جزیہ دے کر اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہنا منظور کریں یا بجائے جزیہ کے مسلمانوں کے رقیق یعنی غلام بن کر رہیں۔

دوسری صورت اطمئنان کی یہ ہے کہ کافر مسلمانوں سے پُرامن معاہدہ کریں

تیسری صورت استئمان کی ہے یعنی کافر مسلمانوں سے امن اور پناہ طلب کرکے اُن کی پناہ میں آجائے۔ ان صورتوں میں ایسے کافروں سے جہاد و قتال کا حکم اُٹھ جاتا ہے شریعت اسلامیہ میں جہاد کا حکم کفّار محاربین کے ساتھ مخصوص ہے، کافر ذمی اور مستامن کے احکام دوسرے ہیں۔ جو غیر مسلم اسلامی حکومت میں رہتے ہیں وہ ازروئے احکام اسلام عدالتی اور شہری احکام میں مسلمانوں کے برابر ہیں۔ ان کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت مسلمانوں اور اسلامی حکومت پر فرض ہے، بشرطیکہ غدّاری اور خفیہ سازشیں نہ کریں اور دشمن اور غیر دشمن محارب اور غیر محارب کے احکام میں فرق تمام عقلاء کے نزدیک مسلّم ہے۔

یہ فدائی ہے، خودکُش نہیں

مولانا مراد صاحب

ویسے زندگی کے نشیب وفراز میں مخلوق خدا کے درمیاں عجیب وغریب اور دلچسپ معرکے وقوع پذیر اور تاریخی اعتبار سے کافی حد تک بامِ شہرت تک پہنچ چکے ہیں ۔ ایک طرف چنگیز خان وہلاکو خان تو دوسری جانب ہٹلر جیسے آدم کُش کے قصے وکہانیاں زبان زدِ عام ہیں ۔ لیکن یہ ساری جنگیں مادی وسائل پر قبضہ ، اپنی بادشاہت اور اَنا پرستی کی دم سے لڑی گئی ہیں ۔ جبکہ دین اسلام کی بالادستی کی خاطر لڑی جانے والی جنگیں کئی گنا زیادہ دلچسپ اور لازوال دیرپا اثرات کی حامل ہمیشہ تاریخ کی زندہ جاوید اوراق میں محفوظ ہیں ۔ جو کبھی کسی وقت میں کسی بھی عقل والوں کی نظر میں ناپسندیدہ ثابت نہ ہوئیں بلکہ دنیا جہاں کے دشمنوں نے بھی اِن جنگوں میں شامل جوانوں کی دِل کھول کر تعریفیں کیں ۔ کیونکہ دیگر تمام جنگیں جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے خُود غرضی اور مادی وسائل تک رسائی کی وجہ سے پیش آئیں ۔ جبکہ اسلام کی بالادستی کی خاطر لڑی جانے والی اس مُقدس جنگ میں دنیا اور مادی وسائل کا حصول مدِ نظر ہی نہیں ہے ، بلکہ یہ جنگ مظلوم مسلمانوں کی نجات اور دنیا و آخرت میں اللہ کے ہاں سرخرو ہونے کے لئے ہے ۔ جہاں مجاہدین باطل کے خلاف لڑے تو وہاں ظلم وستم کا خاتمہ ہوا اور اس کی جگہ انصاف وعدالت ، امن وامان اور شائشگی سے مالامال پُر مسرت زندگی وجود میں آئی

مرورِ زمانہ کے ساتھ دنیا میں حالات کے مطابق جنگی اوزار اور تکنیک میں تبدیلی کوئی نئی بات نہیں مثال کے طور پر زمانہ گذشتہ میں میدانِ کارزار میں مدِمقابل کو مارنے کے لئے تلوار اور دیگر آہنی اوزار کارآمد تھے ، رفتہ رفتہ ہر کسی نے خود کو دشمن سے محفوظ رکھنے کے لئے مختلف اسباب و وسائل کی تلاش میں وقت صرف کیا ، یہاں تک کہ تلوار کی جگہ توپ وبندوق اور لڑاکا طیاروں ، ڈرون اور ایٹم بم نے لے لی لیکن دنیا میں ایسا کوئی جنگی اوزار باقی نہ رہا جس کے توڑ کے لئے کوئی نا کوئی سامان مہیا نہیں کیا گیا ہو اس وجہ سے اسلحہ سازی کی دوڑ میں ہر ایک دوسرے کو مات دینے میں ناکام ثابت ہو رہے ہیں ، البتہ دنیا میں اس وقت کوئی ایسا ہتھیار دیکھنے میں نہیں آیا جو فدائی (استشہادی) حملہ آور کو روک سکے

فدائی حملہ آور کی ضرورت اُس وقت پیش آتی ہے جب کسی ہائی ویلیو اور سخت سکیورٹی پروف والے بڑے اہداف کو نشانہ بنانا ہو تو ایسے میں فدائی حملہ انتہائی کارگر ثابت ہوا ہے ۔ کیونکہ فدائی حملہ آور کے پختہ عزم کو کوئی شکست نہیں دے سکتا افغان سرزمین پر نیٹو جیسی طاقتور افواج کو شکست سے دوچار کرنا انہی فدائی حملوں کا نتیجہ ہے فدائی حملے کرنا تاریخِ اسلام میں کوئی نئی بات نہیں ہے- بلکہ بعثت نبوی سے پہلے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد متعدد بار ایسے واقعات رونما ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ نے سورۃ البروج میں "اصحاب الاخدود" کے نام سے اس کا تذکرہ فرمایا ، مفسرین حضرات نے اس آیت کریمہ کے ذیل میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں تفصیلی طور پر تین مقامات پر اس طرح کے واقعات کا ظاہر ہونا بیان فرمایا کہ وہاں ظالم بادشاہ سے نجات پانے اور عوام کو راہ راست پر لانے کی خاطر مسلمان نوجوانوں نے خود کو فدائی کے طور پہ پیش کیا

پہلا واقعہ نجران یمن میں ، جبکہ دوسرا واقعہ شام اور تیسرا واقعہ موجودہ ایران کے سیستان نامی علاقے میں پیش آیا چونکہ تینوں واقعات ایک جیسے ہیں لہٰذا قران کریم میں مماثلت اور یکسانیت کی وجہ سے ایک ہی جگہ اصحاب الاخدود کے نام سے ذکر فرمایا ۔ اس کے علاوہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ کے زمانے میں بھی ایسے واقعات رونما ہوئے جن کا تذکرہ تاریخ وسیرت کی کتابوں میں پایا جاتا ہے ۔ لیکن یہاں اس مختصر تحریر میں تفصیلی ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے ۔ اس لئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ فدائی حملے ایک جائز ، مستحسن اور قابلِ داد عمل ہے ۔ مزید یہ کہ فدائی حملوں کی ضرورت واہمیت اُس وقت مزید بڑھ جاتی ہے جب زمین پر دشمن کا غلبہ ہو اور مسلمانوں کیلئے ایسا علاقہ میسر نہ ہو جس میں وہ آزادانہ طور پر جنگی تیاری کے لئے لوازمات کا انتظام کر سکیں ۔ ظاہر بات ہے کہ آج کل مسلمانوں کے لئے اس خطہ میں کوئی ایسی جگہ دستیاب نہیں کہ جہاں وہ اپنی پوری جنگی تیاریاں اطمئنان کے ساتھ پوری کر سکیں ۔

ماضی قریب میں اس کی مثال ٦٥ء کی لڑائی پاک بھارت جنگ میں میجر عزیز

بھٹی کو بھی فدائی حملہ آور قرار دیا جاتا تھا جو کہ بارودی مواد سے لیس ہو کر بھارتی ٹینکوں کے سامنے کھڑا رہا۔ اس کے بعد ۷۱ء کی جنگ میں راشد منہاس نے بھارتی ایجنٹ کو طیارہ اغواء کرنے سے روکنے کی خاطر طیارے کو زمین پر گرا دیا۔ حالانکہ وہ طیارے سمیت بھارت جا کر ابھینندن کی طرح رہائی پا سکتا تھا گذشتہ پچاس سال تک اِن دونوں کو وطن پر جان نچھاور کر دینے والا اور اسی فدائی حملے کی بدولت ستارۂ امتیاز، نشان حیدر کا مستحق تصور کیا جاتا رہا ہے۔ اس واقعے کے بعد ۲۰۰۰ء تک مطالعہ پاکستان میں اور بچوں کے اسکول کی کتابوں میں بڑے زور و شور سے اِن دونوں کا تذکرہ اہم موضوع سمجھا جاتا تھا

الغرض موجودہ فدائی وہی حملے ہیں جو کبھی جرأت و بہادری کا بہت بڑا نشان تھے۔ مگر آج کے فدائی حملے تو دین اسلام کی بالادستی اور مظلوموں کو نجات دلانے کے لئے ہیں۔ اس عمل کو تو خودکُشی سے بالکل ہی تعبیر نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ خودکُش تو وہ ہوتا ہے جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو کر، کسی دنیوی مصیبت سے تنگ آ کر یا کسی ٹینشن کا سامنا ہونے پر، اپنے نفس کا قاتل بن جائے۔ جبکہ فدائی حملہ آور کا اصل مقصود دین کی سربلندی، مظلوموں کی نجات اور عالی شان مقاصد سے وابستہ ہوتا ہے

اسی طرح وہ شخص بھی اپنے نفس کا قاتل ہی متصور ہوگا جو ایسے اعمال کا مرتکب ہو (مثلاً ترکِ جہاد وغیرہ) جو اُس کے لئے دنیا و آخرت کے اعتبار سے تباہ کن ہوں۔ جیسا اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ خود کو ہلاکت میں مت ڈالو۔

مولانا مراد صاحب

عن أبي قتادة الأنصاري رضي اللّه عنه قال: خطب رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم، فذكر الجهاد، فلم يفضّل عليه شيئاً إلا ألمكتوبة.

ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ فرمایا، سو جہاد کا تذکرہ کیا تو کسی چیز کو اس پر فضیلت نہیں دی سوائے فرض نماز کے۔

(مشارع الاشواق بحوالہ بیہقی و دارمی)

ہجرت کا فراموش کردہ باب

تحریر: ضرار خراسانی

الحمدللّٰه الذِي أعَزَّ الإِسْلامَ باوليائه و شَيَّدَ مَعَالِمَه باصفيائه و اَتْقِيائه و صلحائه وَ أذَلَّ الكُفْرَ وا لكَفَرَ برُسُله و اَنبيائِه ُو القادِرُ القهَّارُ السَّتَّار الجبَّار الحنَّان المنَّانُ، والصلا والسلام الاَتَمَّانِ الاكْمَلاَنِ على صاحب الجَملِ والسَّيفِ المُشَرِّ بنبيِّ الرَّحمة و رَسُولِ الملاحم جَيشِ الانْبياءِ و إمامِ المجادين و اصحابه الذين رفَعُوا لِوَاءَ الإِسْلام على سائر الأديان فَفَتحُوا البُلْدانَ مُتَقَلِّدِى السُّيُوفِ و حَامِلى القرانِ.

اما بعد! بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

آج اُمت ذلت و ادبار کی حالت میں ہے۔ مسلمانوں کی اتحاد اور جمعیت کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ ہر کوئی امن و سکون کیلئے سایہ فگن کی تگ و دو میں زیست کے جان گسل مراحل میں محو سفر ہے۔ اضمحلال کی اس دھکم پیل میں ہر ذی شعور مظفر ہونے کی راہ تکتا ہے۔ جبکہ ان کی کوششوں اور مارا ماری میں سطحیت ہے۔ اندھیرے سے روشنی کے طلب گار، ظلمت میں نور چاہتے ہیں۔ حالانکہ من الظلمات الی النور کے بھی چند اصول، کچھ قواعد ہیں۔ جن پر عمل کر کے انسان اضمحلال سے اقبال کی طرف، اضطراب اور تشویش سے سکون اور اطمینان کی طرف، اندھیروں سے روشنی کی طرف گامزن ہوتا ہے۔ اور اُن اصول کی کڑیوں میں ایک لڑی ہجرت کی ہے۔ جس کا نظارہ اُمت مسلمہ نے کئی ایک صدیوں سے نہیں کیا۔ ذیل میں ہجرت کی ضرورت کے پیشِ نظر توضیح و تشریح اور اس کے پوشیدہ موتیوں کو آشکارہ کرنے کی ایک حتی الوسع کوشش ہے۔

ہجرت کا لغوی معنی

: الھجرۃ "ھجر سے ہے. جس کا معنی ہے چھوڑنا، عرب کہتے ہیں"

"هاجر القوم من دار إلى دار"

یعنی فلاں قوم ایک علاقہ چھوڑ کر دوسرے علاقے میں چلی گئی۔

ہجرت کا اصطلاحی معنی

: امام ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی تعریف یوں کی ہے

"اللهجر فى الشرع ترک ما نهى اللّٰه عنه"

ہر اس کام کو چھوڑنا جس کو اللہ نے منع کیا ہے۔

: اکثر علماء نے اس کی تعریف اس انداز میں نوکِ قلم کے سپرد کی ہے

"ترک دار الكفر والخروج إلى دار الإسلام"

دار الکفر کو چھوڑ کر دار الاسلام میں چلے جانا

مذکورہ بالا تعریفوں سے یہ معلوم ہوا کہ باطنی اور ظاہری دونوں ہجرتیں مقصود و مطلوب ہیں۔ یہ کوئی پیچیدہ اور گنجلک تقسیم نہیں جس پر زیادہ تشریح و توضیح کی ضرورت ہے۔ باطنی ہجرت (یعنی اعمال صالحہ پر مواظبت اور ترک معاصی) ہی ظاہری ہجرت (ھجرۃ الاوطان) تک راہ ہموار اور کشادہ کرنے میں معاون و مددگار ہے۔ تمام ایسے کام جس کو شیطان اور نفس انسانی مزین کریں، کو چھوڑ کر ہی انسان اپنے دین کو کفر اور فتنوں سے بچا سکتا ہے۔ باطن جتنا مضبوط ہوگا اتنا ظاہر میں درپیش ہر رکاوٹ کو پارہ پارہ کر دے گا۔

اہمیت رکھنے والا کام، باطنی ہجرت یعنی اللہ کی وحدانیت کا اقرار اور طاغوت کا انکار ہے۔ جس نے موجودہ معاشرے میں ایسا قدم اٹھایا تو اس کو ظاہری ہجرت ترک وطن (جو کہ اسلام میں ایک اعلی درجے کی عبادت ہے) کے لئے مستعد رہنا ہوگا۔ اللہ تعالی کی الوہیت کا اقرار اور غیر اللہ کی خدائی کا انکار ہی نبی ﷺ اور آپ کے اصحابؓ کی ظاہری ہجرت کا سبب بنا۔ آج کے دور میں بھی جس نے ترکِ معصیت بمعنی کفر سے نفرت ظاہر کی تو ان کو جلاوطن یا جدید دور کی اصطلاح میں لاپتہ کر دیا جاتا ہے۔ امروز بھی اگر کوئی ان طاغوتوں کے سامنے سینہ سپر دکھائی دے، یا ان کے تراشیدہ قوانین سے روگردانی کریں تو وطن چھوڑنے کیلئے وہ پہلے سے کمربستہ رہتا ہے۔

اسلام ایسا دین ہے جو باقی ادیان پر بطور حاکم، فتح کا متقاضی ہے۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: "لا اکراہ فی الدین" یعنی دین کے معاملے میں کوئی زور و جبر نہیں البتہ حاکمیت اسلام کی ہو۔ **"وَ قاتِلُوهُمْ حَتّى لا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَ يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰه"** خواہ کافر کلمہ پڑھے یا نہ پڑھے لیکن ذمی کی صورت میں اسلامی قوانین کے ماتحت زندگی بسر کرے گا۔ ایسا ممکن ہوگا جب آپ کے پاس استطاعت کے مطابق قوت و توانائی ہو، افراد و اشخاص کی زور ہو، عقیدے کی پختگی ہو، اسلام کے احکام جہاد کھل کر لوگوں کے سامنے بیان کرنا آسان ہو، مادی قوت حتی الامکان ہو تب جا کر ایک خطے یا ٹکڑے پر اسلامی شریعت کا نفاذ ممکن ہے۔

قوتِ طاغوت کا انکار انسانوں کے بنائے ہوئے تراشیدہ نظام کے تحت نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لئے ایسی جگہ ہونا ضروری ہے جہاں آپ آزادانہ

طور پر شعائر اللہ پر عمل کر سکتے ہوں۔ اس کے لئے ہجرت جیسا عظیم سرمایہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے۔ تاکہ مؤمنین ہجرت میں افرادی طاقت، مضبوط عزائم سے لیس عقیدے اور ہاتھیوں سے مقابلہ کرنے والے ابابیلوں جیسی طاقت تیار کر کے کفر اور نظام کفر کو نیست و نابود کر سکیں۔

اگر ہم ایک جھلک نظر گھما کر دیکھیں تو ہجرت سے جڑے کئی سارے اہم واقعات دکھائی دیتے ہیں جو ہجرت کی اہمیت و افادیت کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ ہجرت اپنے اندر اَن گنت موتی اور ترقیاں سنبھالی ہوئیں ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی دور خلافت میں حضرت ابو موسی اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا کہ آپ کی طرف سے حکومت کے دوسرے علاقوں میں خط روانہ کئے جاتے ہیں حالانکہ ان پر تاریخ درج نہیں ہوتی۔ تاریخ کے بے شمار فوائد ہیں کہ کس دن آپ نے تحریر کیا؟ کب خط بھیجا گیا ہے؟ کس دن خط پہنچا ہے؟ اور کس وقت حکم جاری ہوا؟
حضرت عمرؓ کو بھی یہ تجویز بہت پسند آئی اور ان کو بہت سراہا۔ پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے اکابر صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت جمع کی اور ان سے مشاورت لی گئی کہ کب سے تاریخ کا آغاز کیا جائے۔ اس بارے صحابہ کرامؓ کی ۴ قسم کی تجاویز سامنے آئیں۔

ایک رائے یہ تھی کہ نبی کریم صلی کی ولادت سے اسلامی سال کا آغاز ہو، دوسرا عندیہ یہ تھا کہ نبوت کے دن سے شمار کیا جائے، تیسرا ہجرت سے آغاز کا مشورہ تھا اور چوتھا مشورہ نبی کریم ﷺ کی وفات سے شروعات کا تھا۔ یہ چار آراء مجلس شوریٰ میں پیش کی گئیں۔ اکابر صحابہ کرامؓ کے ذریعے حتمی شکل دینے کے لئے ان کے درمیان بحث و مباحثہ ہوا۔ بہت غور و خوض کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ نے فیصلہ صادر فرمایا کہ ولادتِ نبوی اور نبوت کے دنوں میں اختلاف ہونے کی صورت میں اس سال نئے اسلامی سال کا آغاز کرنے میں اختلاف رونما ہو سکتا ہے اور وفاتِ نبوی سے اسلامی سال کی شروعات اس لئے مناسب نہیں کہ یہ غم و رنج اور صدمے کا سال ہے۔ لہذا ہجرت سے اسلامی سال کا آغاز ہونا زیادہ موضوں اور مناسب ہے کیونکہ ہجرت نے حق اور باطل کے درمیان امتیاز پیدا کیا ہے۔ اسی سال مؤمنین امن و سکون سے پروردگار کی عبادت کرنے لگے، اور اسی سال مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت عمرؓ کی ان تمام وجوہ دلائل کی بناء پر تمام مجلس شوریٰ کا اس پر اتفاق ہو گیا۔ اور ہجرت سے نئے اسلامی سال کی آغاز پر اتفاق ہوا۔

اب یہاں ایک نکتہ ہے کہ یہ صحابہ کرامؓ کے نظر اور سوچ و فکر کی باریک بینی ہے۔ ہجرت کوئی علو مرتبیت کا سال نہیں بلکہ اس سے مسلمانوں کی بے کسی، بے سر و سامانی، بدحالی، مظلومیت اور افلاسی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جبکہ ہجرت کے بعد اسے کافی سارے واقعات رونما ہوئے جو اپنے اندر عظمت، علو مرتبیت، سیاسی، اقتصادی، تاریخی اور قومی رفعت رکھتے ہیں۔ جیسا کہ بدر، فتح مکہ، حجۃ الوداع مگر حضرت عمرؓ اور صحابہ کرامؓ نے ان سب کو نظر انداز کر کے ایک انوکھی اور دنیا سے نرالی راہ اختیار کی۔

تحریر: ضرار خراسانی

یہ اعتراض سطحی نظر رکھنے والے لوگوں کو ہو سکتا ہے جو ظاہری شان و شوکت پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن صحابہؓ کی دور اندیشی اور سوچ و فکر آسمان کی بلندیوں پر پہنچ چکی تھی۔ جو صلح حدیبیہ بظاہر یاس اور نا امیدی، غربت و افلاس، بے کسی و بے بسی دکھائی دے رہی تھی لیکن اصل میں فتح مبین کا دیباچہ اپنے اندر سمویا ہوا تھا۔ اسی طرح ہجرت ظاہری طور پر کچھ اور دکھائی دیتی ہے لیکن اپنے اندر مسلمانوں کی ترقی اور عروج و سربلندی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی، جس میں ساری کامیابیاں پوشیدہ تھیں۔

ہجرت ہی سے اسلام اور توحید کا علم پوری دنیا میں بلند ہوا، اسلام اور اہل اسلام کو پھولنے اور پھلنے کا موقع ہاتھ آیا۔ اسلام اور مسلمانوں کی شان و شوکت پوری دنیا پر رہی اور باطل شکست و ہزیمت سے دوچار ہو کر مرنے لگا۔ یہ ہجرت ہی تھی جس کے سبب نبی الملاحم ﷺ نے مکہ سے مدینہ جا کر افراد و اشخاص، ایمان و عمل کے نور تیار کر کے میدان بدر میں کفر کے غرور و تکبر کو خاک میں ملایا اور بالآخر فاتح بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ یہ ہجرت و جہاد کے ثمرات تو تھے کہ جس نے نبی الملاحم ﷺ کو ماضی میں اپنی عبادات تک محصور کر رکھا تھا۔ آج وہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر جان بخشی مانگ رہے تھے۔ کل تک جن کی شان سردار اعلیٰ کی سی تھی، شکست کے بعد وہ خود امان طلب کر رہے تھے۔

مہاجر کی زندگی میں ایسے اسرار و رموز آشکارا ہوتے ہیں جو قبل از ہجرت کوشش و سعی کے باوجود حاصل نہیں ہو سکتے۔ مہاجر کی زندگی کشادگی اور وسعت، سرخوشی اور سرور سے پر لطف ہوتی ہے۔ بلکہ اگر مہاجر کی زندگی کو مرقع انبساط سے تشبیہ دی جائے تو مبالغہ آرائی نہ ہو گی۔ جبکہ بغیر ترک وطن کے وہ دنیا اور اس کے مال و متاع میں اتنا مستغرق اور بیخود ہوتا ہے کہ مسرت پاش لمحات ان کو چھو کر نکلتے ہیں لیکن اس کو علم و احساس تک نہیں ہوتا۔

یہاں ایک رازِ پنہاں سے پردہ فہم ہٹانا ضروری ہے کہ مذکورہ بالا سرخوشی و سرور اور فرحت و انبساط کا تعلق روح سے ہے جبکہ جسم عیش و نشاط میں روح

کا تابع ہوتا ہے۔ ہجرت میں آزمائشیں اور ابتلاء ہوتی ہے، جبکہ ساتھ ہی پہلو میں تکالیف اور جانچ و پرکھ میں چھپی ترقیوں کی چادر اوڑھے، ایک ظفر ضرور ہوتی ہے۔ بے کسی وافلاس، ہجرت کی ابتداء میں ہے، تو بامرادی و کامرانی اس کی انتہاء میں ہے۔ مظلومیت اس کا آغاز ہے لیکن عالم پر توحید کا علم گاڑنا اور فتح اس کی انتہاء ہے۔

آخر میں ان حضرات کے لئے کچھ سطور قلم بند کرنا چاہ رہا ہوں جن کے دل اسلام اور امت کی موجودہ حالات سے بے قرار ہیں۔ لیکن انہیں ہجرت کی راہیں کھٹن محسوس ہوتی ہیں۔ وہ توحید کا نفاذ چاہتے ہیں لیکن راستے میں کانٹے دیکھ کر پیچھے ہٹتے ہیں۔ آدمی جب کسی منزل پر رخت سفر باندھتا ہے تو اس کے لئے یہ جاننا سب سے زیادہ ضروری ہے کہ منزل کی اہمیت وافادیت کیا ہے؟ جب وہ منزل کی افادیت جان لے تو پھر راستہ کتنا ہی خاردار کیوں نہ ہو وہ بڑھتے چلے جاتا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں ہجرت کے فضائل اور اس کے اجر و ثواب پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ سے کچھ اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

:اللہ تعالی کا فرمان ہے

فَالَّذِيْنَ هاجَرُوْا وَأُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لأُكَفِّرَنَّ عَنْهمْ سَيِّأْتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهمْ جَنّتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَاللَّه عِنْدَه حُسْنُ الثَّوَابِ.

{آل عمران ۳ :۱۹۵}

ترجمہ: وہ لوگ جنھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے اور جنہیں میری راہ میں تکلیف دی گئی اور جنھوں نے جہاد کیا اور شہید کئے گئے، میں ضرور بالضرور ان کی برائیاں ان سے دور کردوں گا اور یقینا انھیں ان جنتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ ہے ثواب اللّٰہ کی طرف سے۔ اوراللّٰہ تعالی ہی کے پاس بہترین ثواب ہے۔"

:ایک اور مقام پر فرمایا

ثُمَّ إِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِيْنَ هاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جَاهدُوْا وَصَبَرُوْا إِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

{النحل۱۶:۱۱۰

ترجمہ: جن لوگوں نے فتنوں میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور صبر کا ثبوت دیا، بے شک تیرا رب ان باتوں کے بعد انھیں بخشنے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والا ہے۔"

:حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

تحریر: ضرار خراسانی

"یہ وہ لوگ تھے جوکہ میں کمزور تھے اور اپنی قوم میں حقیر سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے کئی آزمائشیں جھیلیں۔ پھر انہیں ہجرت کے ذریعے فتنوں سے چھٹکارا پانے کا موقع ملا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے وطن، اپنے گھربار اور اپنے اموال کو محض اللّٰہ کی رضا اور اس کی مغفرت کے حصول کی خاطر خیرباد کہا اور مدینہ منورہ آکر مؤمنوں کی لڑی میں جڑ گئے۔ پھر انھوں نے کافروں کے خلاف جہاد کیا اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان اعمالِ جلیلہ کے بعد اللہ تعالیٰ یقینا ان کے گناہ معاف کرنے والا ہے اور قیامت کے دن ان پر رحم کرنے والا ہے۔" {تفسیر ابن کثیر: ۲/۷۷۷

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی محبت پیدا کی تو وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے، میں آپ کی بیعت کرنے آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک آگے بڑھایا تو انہوں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا: میں بیعت کرنے سے پہلے یہ شرط لگانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے گناہ معاف فرمادے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ الْإِسْلَامَ يهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَه، وَأَنَّ الْهِجْرَ تَهدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا، وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَه

{{صحيح مسلم :۱۲۱

ترجمہ: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام پچھلے گناہوں کو ختم کردیتا ہے، ہجرت سابقہ خطاؤں کو مٹا دیتی ہے اور حج گذشتہ کوتاہیوں کو معاف کردیتا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت أبو فاطمۃ الضمری ؓ سے فرمایا تھا: عَلَيْکَ بِالهِجْرَه فَإِنَّه لَامِثْيْلَ لهَا {سنن نسائی

ترجمہ: تم ضرور ہجرت کرو، کیونکہ (اجروثواب میں) اس جیسا کوئی عمل نہیں۔

ہجرت کے فضائل بہت زیادہ ہیں جس کا احاطہ وقت طلب ہے۔ اختصار کے پیش نظر تحریر کو مختصر کرتا ہوں۔ اللہ تعالی نئے آنے والوں کے لئے ہجرت کی راہیں آسان فرمائیں، اور ہجرت کی راہوں، پہاڑوں، جنگلوں اور صحراؤں میں بسنے والے مہاجرین ومجاہدین کو استقامت نصیب فرمائے۔ آمین

و ماعلينا الا البلاغ

احساسِ مسئولیت

مولانا ابو عبیدہ عامر حفظہ اللہ

امیر یا مسئول کے لئے ضروری ہے کہ فرائض اور واجبات کا احساس خود رکھے۔

تعریفِ مسئولیت: مولانا وحید الزمان کیرانویؒ اس کی تعریف یوں فرماتے ہیں: المسؤلیۃ "ذمہ داری"، "جواب دہی" یعنی حاکم کی جو ذمہ داری ہے اور جس چیز کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا وہی ذمہ داری / مسئولیت ہے۔ علماء کرام نے مسئولیت کی مختلف اقسام بیان کیے ہیں۔

۱) كــون الفــرد مكلّفــا بــان يقــوم ببعــض الاشــياء بــان يقــدم الــخ.

ترجمہ: شخص کا اس بات پر مکلف کرنا کہ وہ بعض امور کا اجراء کرے گا اور اس کے لئے آگے آئے گا اور پھر دوسروں کو اس کا حساب دے گا۔

۲) الشعور بأداء الواجب والإخلاص في العمل.

ترجمہ: واجبات کی ادائیگی کا احساس ہو اور عمل میں اخلاص ہو۔

۳) ایک ایسی حالت کہ انسان اپنے اعمال پر اپنے آپ کو مؤاخذہ کے لئے تیار کرے۔

پھر آگے مسئولیت کی تین اقسام ہیں:

۱) مسئولیت دینی

۲) مسئولیتِ اجتماعی

۳) مسئولیت اخلاقی

قرآن کریم میں مسئولیت کا احساس دلانا:

اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا ترجمہ: مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہلِ امانت کے سپرد کرو {النساء ۵۸}

دوسری جگہ ارشاد ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ

ترجمہ: کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول (بے مقصد) ہی پیدا کیا ہے اور (کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ) تمہیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے؟ {المؤمنون ۱۱۵}

آگے فرماتے ہیں:

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى

ترجمہ: کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ {القیامۃ ۳۶}

احساس مسئولیت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے بہت ساری احادیث بھی ہیں چنانچہ نبی الملاحم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ، الْإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ،

ترجمہ: تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور (قیامت کے دن) تم میں سے ہر شخص سے اس کے زیرِ نگرانی لوگوں کے بارے میں بازپرس ہوگی۔

اس سلسلے میں خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ نقل ہوا ہے کہ وہ اپنے دورِ خلافت میں رعایت کی خیر خبر لینے کے لئے رات کے وقت چکر لگاتے تھے۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک خاتون گھر میں کھانے کے لئے کچھ نہ ہونے کی وجہ سے بہانے سے اپنے بچوں کو بھوکا ہی سلاتی تھی کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی باتیں سن کر پوچھا کہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ پتہ چلا کہ کھانے پینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ تو خود اس کے گھر راشن لے کر جاتے تھے۔

اسلم نامی اُن کا غلام کہتا ہے:

ثم قال: يا أسلم! احمل عليّ

فقلت: يا أمير المؤمنين! أنا أحمله عنك

فقال لي: لا أم لک يا أسلم!

أنــا أحملــه لأنــي أنــا المســئول عنهــم فــي الآخــرة، فحملــه حتــى أتــى بــه منــزل المــرأة.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اسلم! یہ راشن میرے کندھوں پر رکھ دے، میں نے کہا میں اٹھا لوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لا أم لک یا أسلم (تنبیہ کے لئے عربی محاورہ بولا) کہ میں ہی اٹھاؤں گا کیونکہ قیامت کے دن مجھ سے پوچھا جائے گا پھر اس کو اپنے کندھے پر اٹھا کر عورت کے گھر تک پہنچایا۔ کنزالعمال

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: لــو ماتــت شــاة علــى شــطئ الفــرات ضائعــة لظننــت أن اللّٰه ســائلي عنهــا يــوم القيامــة.

ترجمہ: اگر دریائے فرات کے کنارے بکری کا بچہ مر گیا اور ضائع ہوگیا، میرا خیال ہے کہ قیامت کے دن اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا۔

{ابن جوزي في مناقب اميرالمومنين}

نیز فرماتے تھے : لئن نمت النهار لأضيعن الرعية، ولئن نمت الليل لأضيعن نفسي، فكيف بالنوم (مع هذين يا معاوية (ابن عبد الحكم

ترجمہ : اگر میں دن کو سوجاؤں رعیت کو برباد کرونگا اگر رات کو سوجاؤں اپنے آپ کو برباد کرونگا، ان دو چیزوں کے ساتھ کیسے سوجاؤں اے معاویہ! {کنزالعمال}

ایک اورروایت میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک اونٹ کی پُشت پرہاتھ پھیر کر فرمایا :

.إني لخائفٌ أن أسئل عما بک

ترجمہ : میں ڈرتا ہوں کہ تم پر جو گزرتی ہے اس کے بارے میں مجھ سے پوچھا جائے گا۔ {طبقات لابن سعد

وكان إذا وقع بالمسلمين امر، يكاد يهلك اهتمام بامرهم

ترجمہ : جب بھی مسلمانوں پر کوئی تکلیف آتی تو عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے غم کی وجہ سے ہلاکت کے قریب ہوجاتے تھے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہربندے کے ذمے کچھ نہ کچھ مسئولیت ہے۔ اُمراء کی مسئولیت زیادہ ہے۔ عام مجاہدین کی مسئولیت ان کے بہ نسبت کم ہے ۔لیکن پھر بھی اگراللہ تعالیٰ ہم سے جہادی کاموں کے بارے میں، قیدیوں کے بارے میں پوچھے تو ہم کیا جواب دیں گے؟

بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے کہ امیر اور مسئول بنے۔ لیکن امارت اور مسئولیت ایک انتہائی نازک کام ہے۔ خصوصًا مجاہدین کی جو مسئولیت ہے اس میں غنیمت، بیت المال، ساتھیوں کی ضروریات، قیدیوں کی خبر لینا، بیواؤں یتیموں کا خیال رکھنا اور عسکری کام کرنا امیر کے ذمے ہوتا ہے۔ امیر سے اس معاملے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اس میں کونسی ذمہ داری پوری طرح سے نبھائی ہے؟ اگر ناقص کارگزاری کے بارے میں کوئی کہے میں اضطراری حالت میں ہوں تو علماء سے پوچھنا چاہئے کہ اضطراری حالت کیا ہوتی ہے؟ اگر امیر کو وہ سہولیات یسر ہیں جو مامور کو نہیں، تو یہ خیانت ہے اور اللہ تعالیٰ نہ کرے کہ یہ عذاب کا سبب نہ بن جائے۔

مولانا ابو عبیدہ عامر حفظہ اللہ

:احساسِ مسئولیت کے فوائد

۱)اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے امانت کی سپردگی کو واجب سمجھنے کا احساس پیدا ہوجاتا ہے۔

۲) عمل میں اخلاص اور اس پر استقامت نصیب ہوتی ہے۔

۳) ہر کام صحیح طریقے سے انجام کو پہنچتا ہے، جو انسان کے لئے سعادت ہے۔

٤)ہر انسان میں کچھ نہ کچھ صلاحیت موجود ہوتی ہے، اس کا پتہ چل جاتا ہے پھر اس کی استطاعت کے مطابق مسئولیت دی جاتی ہے۔

٥)جہاد اور اسلامی حکومت کی قوت کا سبب بن جاتا ہے۔

٦) با احساسِ مسئولیت انسان کی عزت کا سبب بن جاتا ہے۔

٧) خدمت کو بے عزتی نہیں ذمہ داری سمجھتا ہے۔

٨) تکبر کے بجائے خدمت کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے۔

٩) اپنے حق میں انتقام کے بجائے عفو سے کام لیتا ہے۔

١٠) دنیاوی معاملات میں دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے۔

١١) حقدار کو حق دے کر احسان جتلاتا نہیں بلکہ اس کا احسان اپنے اوپر مانتا ہے کہ اس نے مجھ سے اپنا حق وصول کیا ورنہ قیامت کے دن مجھ پر خسران ہوتا۔

اے مجاہد!۔

کیا تو خود کو پہچانتا ہے؟

کیا تجھے معلوم ہے کہ رب کے ہاں تیرا کیا مقام ہے؟

کیا تجھے معلوم ہے کہ دیگر مسلمانوں کے مقابلے میں تیری کیا فضیلت ہے؟

کیا اپنے تلوار و بندوق کی فضیلت جانتا ہے؟

کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا عمل دیگر اعمال پر کیا فوقیت رکھتا ہے؟

اگرہاں۔۔۔!۔

تو اپنی شان کے مطابق خود کو گناہوں سے بچا
تہمت والے اعمال و مقامات کی جانب بڑھنا بھی مت
اخلاص کا سمندر بن اور للہیت کو خود میں سما کر اس عظیم
فریضے کو آگے بڑھا

کیا دستور پاکستان اسلامی ہے؟

(تیسرا حصہ)

استاد ظاہر مدنی

دستور کے بیان کردہ وسائل شریعت کی حاکمیت قائم کرنے سے عاجز ہیں۔ پاکستانی دستور کی متعدد عبارتیں حاکمیتِ شریعت قائم کرنے اور قوانین کو خلافِ شرع امور سے پاک کرنے کی ہدایت دیتی ہیں۔ لیکن یہ تمام عبارتیں نظری اور عملی دونوں اعتبار سے اتنی کمزور اور بے زبان ہیں کہ ان کے ذریعے شریعت الٰہیہ کی حاکمیت قائم ہونا محال ہے۔ بلکہ یہ عبارتیں تو خود دستور میں پائی جانے والی خلاف شرع دفعات ختم کرنے کی قوت بھی نہیں رکھتیں۔

دستور کا دیباچہ "قرارداد مقاصد":

قراردادِ مقاصد کیا ہے؟

قراردادِ مقاصد انسانوں کے وضع کردہ ایک دستور کی عبارت ہے۔ جسے پاکستان کی پہلی دستور ساز کمیٹی نے غالب اکثریت سے منظور کیا تھا۔ اس کے بعد اسی اسلوب سے یہ مختلف دستوروں کا حصہ بنی۔ جبکہ شریعت تو وحی الٰہی ہے۔ اپنی منظوری کے لئے کسی بھی انسان کی موافقت کی محتاج نہیں ہے۔

دستورِ پاکستان کے دیباچے یعنی قراردادِ مقاصد میں مندرجہ ذیل عبارتیں شامل ہیں:

۱) یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا بلاشرکت غیرے حاکم کل ہے اور پاکستانی عوام کو جو اقتدار و اختیار بھی اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر استعمال کرنے کا حق حاصل ہے، وہ ایک مقدس امانت ہے۔

۲) جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور عدل و حکمرانی کے اصولوں پر، جیساکہ اسلام نے انہیں بیان کیا ہے، پوری طرح عمل کیا جائے گا۔

۳) مسلمانوں کو انفرادی، ذاتی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی قرآن پاک اور سنت محمدی ﷺ میں بیان کردہ اسلامی تعلیمات، تشریحات اور ضروریات کے حسب منشا ترتیب دے سکیں۔ لہٰذا ہم عوامِ پاکستان، اس قادر مطلق رب تبارک و تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے اپنی ذمہ داری کے مکمل احساس کے ساتھ، پاکستان کی خاطر عوام کی دی گئی قربانیوں کے اعتراف کے ساتھ، بانیِٔ پاکستان محمد علی جناح کے اس اعلان سے وفاداری کے جذبے کے ساتھ کہ پاکستان عدل اجتماعی کے اصولوں پر قائم ایک جمہوری ریاست ہوگی۔ جمہوریت کی حفاظت کا عزم مصمم لئے جو کہ ظلم واستبداد کے خلاف عوام کی مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے، حقائق مندرجہ بالا کو عملی جامہ پہناتے ہوئے قومی اسمبلی میں اپنے نمائندوں کے ذریعے یہ دستور منظور کرکے قانون کا درجہ دیتے ہیں اور اسے اپنے ملک کا قانون تسلیم کرتے ہیں

دستور پاکستان کے اس دیباچہ کو پہلی مرتبہ پاکستان کی پہلی دستور ساز مجلس نے مارچ ۱۹۴۹ء میں ایک قرارداد کی صورت میں منظور کیا۔ یہ قرارداد "قرارداد مقاصد" کے نام سے جانی جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ قرارداد مقاصد ۱۹۵۶ء کے دستور میں دیباچے کے طور پر شامل کی گئی، پھر ۱۹۶۲ء کے دستور میں بھی اسے دیباچہ قرار دیا گیا اور اپریل ۱۹۷۲ء کے ہنگامی دستور اور ۱۹۷۳ء کے دستور میں بھی اسے دیباچے کی حیثیت ہی دی گئی۔ پھر دفعہ ۲ اور ۲ الف کے ذریعے اس قرارداد کو دستور کا مستقل حصہ بنا دیا گیا۔

دستور کی دفعہ ۲ کہتی ہے:

"ریاستِ پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔"

اور دفعہ ۲ الف میں مذکور ہے:

"قرارداد مقاصد، جسے دستور کے ساتھ بطور ضمیمہ بھی ملحق کیا گیا ہے، میں درج اصول و احکام کو دستور کا مستقل حصہ قرار دیا جاتا ہے جو بعینہ من وعن مؤثر ہوں گے"۔ (Asitis)

: اسلام اور جمہوریت کا مضحکہ خیز ملغوبہ

دیباچے میں کئی مرتبہ "جمہوریت" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ "جمہوریت" ایک معروف اور جانی پہچانی اور معلوم صفات کی (Term) کی اصطلاح حامل ہے۔ یہ معانی اور صفات جمہوریت کا ایسا جزو ہیں کہ اگر انہیں اس سے الگ کردیا جائے تو جو کچھ باقی بچے گا وہ کسی طور پر بھی جمہوریت نہیں کہلائے گا۔ انہی بنیادی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قانون سازی اور حکمرانی کا حق عوام کی غالب اکثریت کے پاس ہو اور باقی تمام اقدار واخلاق اور تمام معاملات اسی بنیاد پر طے ہوں۔ یعنی حرام وہ ہوگا جسے اکثریت حرام کہے اور حلال وہ جسے اکثریت حلال قرار دے۔ چنانچہ اس بات کا تو تصور ہی ممکن نہیں کہ جمہوریت کی کوئی ایسی شکل بھی ہوسکتی ہے کہ جس میں حاکمیت اور قانون سازی کا مطلق اختیار عوام کے پاس نہ ہو۔ اس کے برعکس کسی ایسے "اسلام" کا تصور بھی ناممکن ہے جہاں حکمرانی اور قانون سازی کا حق اللہ وحدہ لاشریک کے سوا بھی کسی کو حاصل ہو۔ رب کی شریعت میں تو حرام وہ ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ حرام قرار دیں اور حلال وہ جسے اللہ تعالیٰ حلال ٹھہرائیں۔

اس کے علاوہ جمہوریت کا ایک بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ انسان اپنے تمام افعال میں آزاد ہے اور اپنے لئے سامانِ تعیش اور سرمایۂ دنیا جمع کرنے میں کسی کا پابند نہیں۔ اس مادر پدر آزادی کے پیچھے ظالم جاگیرداروں، سرکش بادشاہوں اور منحرف کلیسا کی مکروہ مثلث اور مغربی عوام کے درمیان کشمکش پر مشتمل ایک طویل اور تلخ تاریخ ہے۔

لہٰذا اسلام اور جمہوریت کا ملغوبہ بنانا دو ایسے عقائد کو خلط ملط کرنے کے مترادف ہے جو بالکل مختلف بنیادوں سے پھوٹے ہیں اور یکسر مختلف اثرات ونتائج کے حامل ہیں۔

اب اگر کوئی یہ کہے کہ اسلام بھی تو باہم مشورے سے حکمرانوں کے محاسبے اور ان کے تصرفات پر نگاہ رکھنے کی دعوت دیتا ہے، اور یہ امور اسلام اور جمہوریت میں مشترک ہیں تو اسے کہا جائے گا کہ یوں تو اسلام اور عیسائیت کے درمیان بھی کئی امور مشترک ہیں۔ دونوں ادیان ایمان باللہ کی دعوت دیتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام سے قبل کے تمام انبیاء پر ایمان کی دعوت دیتے ہیں اور اس بات پر بھی ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کتاب نازل ہوئی۔ اب خود ہی بتائیے کہ کیا ان مشترکہ امور کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام کو "مسیحی اسلام" یا عیسائیت کو "اسلامی عیسائیت" کہنا درست ہوگا؟ پس یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ کفر واسلام کو خلط ملط کرنے کا یہ سلسلہ دستورِ پاکستان کی ابتدائی سطور سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔

: جمہوریت کا تذکرہ کرتے ہوئے دستورِ پاکستان کہتا ہے

۱) "جمہوریت، آزادی، مساوات، رواداری اور عدل حکمرانی کے اصولوں پر جیسا کہ اسلام نے انہیں بیان کیا ہے، پوری طرح عمل کیا جائے گا۔"

نجانے اسلام نے کہاں جمہوریت کا تصور بیان کیا ہے، جبکہ ہم گزشتہ سطور میں اسلام اور جمہوریت کا صریح تضاد بھی واضح کرچکے ہیں۔

استاذ ظاہر مدنی

۲) "پاکستان عدلِ اجتماعی کے اصولوں پر قائم ایک جمہوری ریاست ہوگی۔"

مجھے معلوم نہیں کہ اسلام اور جمہوریت جیسی دو متضاد چیزوں کو ایک ہی جملے میں جمع کرنے سے کیا مقصود ہے؟ نیز اس عبارت میں محض اسلام کے عدلِ اجتماعی کا تذکرہ ہی کیوں کیا گیا ہے؟ اسلام کے دیگر پہلوؤں، حاکمیت، اخلاقیات، اقتصادیات اور سیاسیات وغیرہ کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟ اسلام تو اس کُل عمارت کا نام ہے، نہ کہ اس کے چند اجزاء کا۔

۳) "(ہم اس) جمہوریت کی حفاظت کا عزمِ مصمم کئے (ہوئے ہیں) جو ظلم واستبداد کے خلاف عوام کی مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں حاصل ہوئی ہے۔"

اس سے یہ بات تو بڑے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ دستورِ پاکستان کی ابتدائی سطور سے ہی حق وباطل کی آمیزش کا آغاز ہوجاتا ہے۔

: قراردادِ مقاصد میں موجود اسلامی احکامات کی حقیقت

: قراردادِ مقاصد کے دیباچے میں یہ عبارت مذکور ہے کہ

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا بلاشرکتِ غیرے حاکمِ کُل ہے اور پاکستان کے عوام کو جو اقتدار واختیار بھی اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر استعمال کرنے کا حق حاصل ہے، وہ ایک مقدس "امانت ہے۔"

یہ ایک عمومی سی عبارت ہے جو نہ تو یہ بات کھلے طور پر کہتی ہے کہ حاکمیت اعلیٰ صرف شریعت اسلامی کی ہوگی اور نہ ہی اس بات پر دوٹوک دلالت کرتی ہے کہ شرعی احکام کو ایک ایسے بلند وبرتر مقصد کی حیثیت حاصل ہوگی جس کے مقابل کوئی دوسری شریعت یا قانون قابل قبول نہ ہوں گے۔ اسی طرح اس عبارت میں یہ تصریح بھی نہیں کی گئی کہ شرعی احکامات کو عوامی اکثریت کی رائے پر بھی فوقیت دی جائے گی۔

اسی طرح یہ عبارت "مسلمانوں کو انفرادی، ذاتی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی قرآن پاک اور سنت محمدی ﷺ میں بیان کردہ اسلامی تعلیمات، تشریحات اور ضروریات کے حسب منشاء ترتیب دے سکیں۔" بھی محض ایک وعدہ ہے جو ستر سال گزرجانے کے بعد بھی پورا نہ ہوسکا۔

: قراردادِ مقاصد کے دیباچۂ دستور ہونے کی حیثیت

قراردادِ مقاصد کو دستور کا دیباچہ بنانے، یا دفعہ ۲ الف کی بناء پر اسے دستور کا جزء سمجھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسلامی شریعت ہی اقتدارِ اعلیٰ کی مالک اور قانون سازی کا واحد مصدر قرار پائے کیونکہ

اولاً: قراردادِ مقاصد، دیباچۂ دستور، دفعہ ۲ الف اور اس قسم کے دیگر دفعات نے تو قانونی حیثیت بھی اکثریت کی منظوری سے حاصل کی ہے، جبکہ اسلام کی رو سے صرف شریعت ہی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ اکثریت ہدایت پر ہے یا گمراہی پر؟ چہ جائے کہ اکثریت یہ فیصلہ کرے کہ شریعت کا فلاں حکم قبول قرار پائے

استاد ظاہر مدنی

یا مردود؟ اقتدارِاعلیٰ تو ہر صورت میں شریعت کا حق ہے خواہ اکثریت اس پر راضی ہو یا نہ ہو۔

ثانیا: اس جمہوری نظام میں حکمرانی عوام ہی کا حق ہے اور عوامی تائید ہی دستور کو قانونی حیثیت بخشتی ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دستور کا دیباچہ مندرجہ ذیل عبارت پر ختم ہوتا ہے:

"ہم عوامِ پاکستان) حقائق مندرجہ بالا کو عملی جامہ پہناتے ہوئے قومی اسمبلی) میں اپنے نمائندوں کے ذریعے یہ دستور منظور کرکے اسے قانون کا درجہ دیتے ہیں اور اسے اپنے ملک کا قانون تسلیم کرتے ہیں۔"

اس کے برعکس شریعت الٰہی اپنی حاکمیت منوانے کے لئے عوامی منظوری کی محتاج نہیں۔ اس پر تو یہ مہر تصدیق اسی وقت سے ثبت ہوتی ہے جب یہ اللہ رب العالمین کی جانب سے زمین پر نازل ہوتی ہے۔ رب کی شریعت قبول کرنے یا نہ کرنے کے معاملے میں انسانوں کی رائے معلوم کرنا بذات خود شریعت سے بغاوت کے مترادف ہے۔ لہٰذا شریعت کو حاکم بنانے یا نہ بنانے کے حوالے سے استصواب یارائے شماری کرانا شرعاً کسی طور جائز نہیں، البتہ مسلمانوں کا اپنے معاملات میں شرعی اصولوں کے مطابق باہم مشورہ کرنا جائز ہے۔ لہٰذا ان دونوں باتوں کو باہم خلط ملط نہ کیا جائے۔

ایک اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ پارلیمنٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی مرضی ومنشاء کے مطابق دستور میں ترمیم کرے۔ پارلیمنٹ کی دو تہائی اکثریت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر چاہے تو دستور کے دیباچے اور دفعہ ۲ کو دستور سے حذف کردے کیونکہ دستور پارلیمنٹ کے اس حق پر نہ تو کوئی قید عائد کرتی ہے، نہ ہی کوئی شرط، نہ اس پر کوئی نگران ہے اور نہ ہی کوئی محتسب۔ اس کے برعکس شریعت میں ایک حرف کی تبدیلی کا اختیار بھی کسی کو حاصل نہیں۔

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ مکحول رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ رو بہ قبلہ ہو کر دس مرتبہ قسم اٹھاتے اور کہتے کہ

اے مسلمانو...! ۔

تم پر جہاد فرض ہے اور فرماتے کہ اگر تم چاہو تو میں مزید قسمیں بھی اٹھالوں تاکہ تمہیں اطمئنان ہو جائے ۔

(المصنف لعبدالرزاق ۵/۱۷۴)

علم و ایمان کی محفلیں

تحریک المدارس الاسلامیہ کے تحت دو روزہ تقریری مقابلے کے لئے منعقد شدہ انجمن کا آغاز ہوا، ہم تمام ساتھی اس میں شرکت کرنے اور اس کی آڈیو، ویڈیو کوریج کے لئے مدعو تھے ۔ پروگرام کی سیکورٹی انتظامات "طالبان انٹیلیجنس ایجنسی" کے حوالے کیے گئے تھے ۔ جبکہ مہمانوں کے استقبال کے لئے بھی ایک ٹیم تشکیل دی گئی تھی ۔ سیکورٹی انتظامیہ کے اراکین رعبناک وردیوں میں ملبوس تھے ۔ ان میں سے کچھ استقبالیہ ٹیم کے ہمراہ مہمانوں کو وصول کرنے کیلئے ایک پر تعجب انداز اپنائے ہوئے تھے اور کچھ اِدھر اُدھر کے کسی بھی ناخوشگوار واقعے سے نمٹنے کے لئے چوکس کھڑے اور دلکش انداز سے پہرہ دے رہے تھے ۔ یہ ایک عجیب اور قابل دید ماحول تھا ۔

انتہائی خوشی کے عالم میں جذبات پر قابو رکھنے کی کوشش تو بہت کی لیکن پھر بھی آنکھیں نم ہو ہی گئیں ۔ پروگرام میں قابل قدر جید علمائے کرام و شیوخ عظام بھی مدعو تھے ۔ ایسے علماء کی مجلس ہو، پھر ان کے استقبال میں ہوائی فائرنگ اور ان کے لئے مسلح پہرہ بھی ہو، تقریر کرنے والے بھی جدید اسلحہ سے لیس جہاد، شہادت اور اسیرانِ اسلام جیسے موضوعات پر اظہار مافی الضمیر کر رہے ہوں تو ایسا ماحول پانا ہمارے لیے خوش قسمتی اور سعادت کی بات تھی ۔

پہلے دن طلبۂ کرام کے مابین تقریری مقابلہ ہوا، جبکہ دوسرے دن علمائے کرام نے حالاتِ حاضرہ اور کفار کی اسلام کے خلاف سازشوں سے پردہ ہٹانے کی خاطر فکری موضوعات پر قابلِ ذکر بیانات کیے گئے ۔ (یہ سارے بیانات "عمر ریڈیو ایف ایم" سے سلسلہ وار نشر ہوتے رہے ہیں اور اس تقریب کی ویڈیو بھی شائع کی گئی ہے

پروگرام کے آخر میں ایک اور اعلان بھی ہوا کہ اگلے ماہ تحریک طالبان پاکستان کے زیر انتظام دارالعلوم میں ختم القرآن اور ختم بخاری شریف کے لئے تقریب منعقد ہو رہی ہے اور سب کو اس میں شرکت کرنے کے لئے دعوت دی گئی ۔ اعلان سن کر انتہائی خوشی ہوئی کیونکہ ان مجالس کی اہمیت اور فضیلت سے کتابیں بھری پڑی ہیں ۔ مگر اس میں کتنا لطف اور مزہ ہے یہ ان مجالس میں شرکت کرنے والے ہی محسوس کرتے ہیں ۔ حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے : عالم کی مجلس میں حاضر ہونا ہزار رکعت نماز، ہزار بیماروں کی عیادت اور ہزار جنازوں پر حاضر ہونے سے بہتر ہے ۔ کسی نے عرض کیا : یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : اور قراءتِ قرآن؟ یعنی کیا علم کی مجلس میں حاضر ہونا قراءتِ قرآن سے بھی افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علہ وسلم نے فرمایا : کیا قرآن بغیر علم کے نفع بخشتا ہے ؟

اسی طرح ابوقلابہ نے مرفوعاً روایت کی کہ جو شخص قرآن پاک کے شروع میں حاضر ہوا گویا کہ وہ اللہ کے راستے کی فتح میں حاضر ہوا، اور جو ختم قرآن کے وقت حاضر ہوا تو گویا کہ وہ تقسیم غنائم کے وقت حاضر ہوا ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مدرسے کے ختمِ قرآن اور ختمِ بخاری کی تقریب میں بھی شامل ہونے کا شرف حاصل کیا ۔ یقین مانیں وہ تاثرات بیان کرنے کے لئے قلم ساتھ نہیں دے رہا کہ کیا لکھوں، اتنی بڑی تعداد میں دور دراز علاقوں سے علماء اور مفتیان کرام، شیوخ اور طلباء کے علاوہ سکول کے اساتذہ، دوکاندار اور مزدور طبقہ غرض ہر خاص وعام آئے ہوئے تھے ۔ سب مہمانان کے لئے کھانے کا بہترین انتظام کیا گیا تھا۔ پروگرام میں شرکت کرنے والوں کیلئے اونٹ اور بیل ذبح کیے گئے تھے ۔

ختم بخاری شریف کے طلباء کو انتہائی قابل قدر علماء اور شیوخ کے ہاتھوں دستار فضیلت سے نوازا گیا اور بہترین موضوعات پر بیانات کیے گئے ۔ زندگی میں تقریباً ہر قسم کے مجالس میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے ۔ چاہے وہ سیاسی اجتماعات ہوں، سیاسی پارٹیوں کے کارنر میٹنگز ہوں، شہروں کے شادی ہالز میں شادی کی تقریبات ہوں یا پھر اسکول کے بزمِ ادب وغیرہ ہو، لیکن جو سکون اور لطف ان دینی مجالس میں محسوس کیا وہ دنیا میں کہیں بھی، کسی بھی تقریب میں محسوس نہیں کیا ۔ اور کیوں نہ ہو گا پُر لُطف، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے ۔ ""

{بخاری}ایک روایت میں ہے کہ :

فرشتے طالب علم کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں ۔ اس کے کام سے خوش" ہو کر اور عالم کے لیے آسمانوں اور زمین میں ہر چیز مغفرت کی دعا کرتی ہے ۔ یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی ۔

سنن ابی داؤد میں روایت ہے کہ :

عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے سارے ستاروں پر چاند کی ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا :

"بے شک لوگ تمہارے تابع ہیں اور بے شک بہت سے لوگ تمہارے پاس زمین کے دور دراز گوشوں سے دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لیے آئیں گے، تو ان سے اچھا سلوک کرنا" ۔ {ترمذی}

اس سے زیادہ عزت کی بات کیا ہوگی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام جیسے عظیم المرتبت لوگوں کو علم حاصل کرنے والوں کی قدر واحترام کرنے، ان کی خدمت ودل داری کا خیال رکھنے، ان کی آمد سے دل گیر نہ ہونے، ان کو علوم سے نوازتے رہنے اوران سے حسن سلوک رکھنے کا حکم دیا۔

قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: مدینہ منورہ کی مسجد میں ایک شخص قراءت کر رہا تھا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے انتظار میں آدمی بٹھا دیا، جب اس نے ختم قرآن کی اطلاع دی تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اُٹھ کر اس کے پاس منتقل ہو گئے۔ (یعنی ختم قرآن میں شامل ہونے کے لئے اس قاری سے آملے) اس سے ختم قرآن میں حاضری کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب ختم قرآن کے قریب پہنچتے تو صبح صادق تک کے لئے تھوڑا سا قرآن باقی رہنے دیتے، پھر اپنے اہل و عیال کو جمع کرتے اوران کے ساتھ قرآن ختم کرتے۔

از: مکرم خراسانی

مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: میرے پاس بلاوا آیا اور کہا کہ ہم آپ کو ختم قرآن میں شرکت کی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے، اورانہوں نے دعائیں کیں۔

جیسا کہ شروع میں ذکر کیا کہ دینی مجالس خصوصاً ختمِ قرآن میں شرکت کے فضائل پر تو کئی کتب موجود ہیں لیکن جو خوشی مجھے محسوس ہوتی ہے وہ بیان کرنے کیلئے میرے پاس الفاظ نہیں، بس اتنا کہوں گا کہ جو مجھے سب سے اچھے لگتے وہ دستار فضیلت یا اس کے علاوہ "علمی اجتماعات" ہیں آج (وقتِ تحریر) ایک اور ختم قرآن تقریب میں شامل ہونے کیلئے تقریباً تین گھنٹے پہاڑی سفر کرکے آیا ہوں اور ختمِ قرآن کے بابرکت مجلس سے مستفید ہورہا ہوں۔ للہ الحمد۔

سال 2022ء یکم جنوری تا یکم اپریل تحریک طالبان پاکستان کی کارروائیوں کی تفصیلی رپورٹ

کل حملے
104

جائے عملیات

جائے عملیات	تعداد
شمالی وزیرستان	27
ڈیرہ اسماعیل خان	13
جنوبی وزیرستان	12
بنوں	08
کرم ایجنسی	08
چترال	06
باجوڑ ایجنسی	07
پشاور	05
خیبر ایجنسی	04
مہمند ایجنسی	03
لکی مروت	02
ٹانک	01
درہ آدم خیل	01
اسلام آباد	01
کراچی	01
راولپنڈی	01
ٹل	01
کرک	01
چمن	01
کوئٹہ	01

دشمن کا نقصان

دشمن کا نقصان	تعداد
ہلاکتیں	174
زخمی	172
کل ہلاک وزخمی	346

نوعیت عملیات

نوعیت عملیات	تعداد
بم دھماکے	32
ٹارگٹڈ حملے	21
تعارضی حملے	12
گھات حملے	11
لیزر حملے	10
گوریلہ حملے	09
جوابی کاروائیاں	08
استشہادی حملے	01

ہدف شدہ ادارے

ہدف شدہ ادارے	تعداد
فوج	192
ایف سی	74
پولیس	68
خفیہ	09
لیویز	03

جائے عملیات (ولایات)

ولایت	تعداد
ولایتِ بنوں	37
ولایتِ ڈی آئی خان	26
ولایتِ ملاکنڈ	13
ولایتِ پشاور	12
ولایتِ کوہاٹ	11
پنجاب	02
بلوچستان	02
سندھ	01

تخریب

12 عدد مختلف فوجی گاڑیاں
7 عدد پولیس موبائلز
5 عدد پولیس چوکیاں
2 عدد فوجی تعمیرات

غنائم

4 عدد G3 گنز
5 عدد کلاشنکوف
1 عدد پستول
مختلف گنز کی سینکڑوں گولیاں

يا أيها النبي حرِّض المؤمنين على القتال

اے نبی! مؤمنوں کو قتال پر ابھار یئے

گزشتہ پندرہ سالوں سے ہم ناپاک فوج کی جانب سے ظلم وجبر کے ایسے پہاڑ گرتے دیکھ رہے ہیں. جس کی مثال بمشکل ہی تاریخ میں مل پائے گی لاپتہ افراد کا معاملہ، لوگوں کی مار پیٹ، چادر و چار دیواری کی پامالی، احکام الہی کو روندنا اور اسلامی نظام کے نفاذ میں ہمیشہ کی طرح پاکستانیوں کو دھوکے میں رکھنا اور معصوم بچوں اور خواتین کی بمباریوں کا نشانہ بنانے جیسے جرائم پچھلے 75 سالوں سے جاری ہیں

ان حالات میں ہماری طرف اللہ رب العزت کی طرف سے یہی حکم متوجہ ہے کہ ہم "تحریض علی القتال" کریں تاکہ لوگوں کو ایسے مواقع فراہم کئے جائیں، جن میں اولا اسلامی نظام کا نفاذ ملحوظ رکھا جائے اور ثانیا ان تمام جرائم کی روک تھام کی کوششیں کی جائیں. جمہوریت اور عدم تشدد کی راہوں میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو بھی یہی پیغام دینا چاہتے ہیں کہ حکومتوں یعنی ظاہری چہروں کے بدلنے سے ہماری تقدیر بدلنے والی نہیں ہے، بلکہ ہماری تقدیر انہی احکام پر عمل کرنے سے بدلے گی. جس کا ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا طریقہ بتلایا ہے اور وہ ہے شمشیر کا استعمال لہذا ہمیں چاہیئے کہ ظلم وجبر کے پہاڑوں کو منہدم کرنے کیلیئے بندوق اٹھائیں اور قتال کا وہ مبارک راستہ، جس سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ بائیس لاکھ مربع کلومیٹر میں اسلامی حکومت لائے اور حال ہی میں امارت اسلامیہ افغانستان نے اس کی بہتر مثال قائم کی